درکفے جامِ شریعت درکفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی

میلاد النبی ﷺ ختم نبوت نمبر

الحسن

پندرہ روزہ پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

بانی مدیر اعلیٰ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

رجسٹرڈ نمبر پی ۵۶۵

پندرہ روزہ
الحسن پشاور

سرپرست اعلیٰ
(فقیر) سید
محمد نور الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۵،۶،۷ — جلد نمبر ۱

یکم ستمبر تا ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۴ء — ربیع الاول ۱۴۴۶ھ

مدیر اعلیٰ سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے عکاس پرنٹرز محلہ جنگی پشاور سے طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،
ختم نبوت نمبر

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	(فقیر) سید محمد نور الحسنین قادری	۳
۲	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	عبد القیوم طارق سلطانپوری	۵
۳	نورِ اوّل	غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی	۶
۴	انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویۃ	حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی	۱۰
۵	حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علامہ زید گل خٹک	۱۷
۶	استفتا (میلاد النبی کی شرعی حیثیت)	مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزئی	۱۹
۷	پشاور میں میلادِ مصطفیٰ کا تاریخی جائزہ	سید محمد انور شاہ بخاری	۲۶
۸	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد اعظم چشتی	۳۲
۹	میلاد شریف کی تبسم آرائیاں	حافظ محمد شاہد ودود قادری	۳۳
۱۰	قادیانیت پر ایک مختصر تبصرہ	حضرت مولانا فیض احمد فیض	۳۸
۱۱	خطبہ ختم نبوت (الشاہ احمد نورانی)	مولانا صادق علی زاہد	۴۷
۱۲	ختم نبوت اور مولوی جی	سید محمد انور شاہ بخاری	۵۷
۱۳	قادیانیت پر آخری ضرب	پروفیسر شاہ فرید الحق	۷۰
۱۴	نعت شریف	اصغر نثار قریشی	۸۶
۱۵	تحفظ ختم نبوت اور علامہ محمد اقبال	سید مسعود الزمان قادری گیلانی	۸۷

شذرہ

جشن میلاد و ختم نبوت

(فقیر) سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی

ماہِ ربیع الاوّل کی آمد دنیا بھر کے مومنین کے لیے مژدۂ جاں فزا ہوتی ہے۔ یہ ان کے لیے ایمان کی بہار کا مہینہ ہے اور پھر اس سال ماہِ ربیع الاول نے تو شمع رسالت کے پروانوں کی خوشیاں دوبالا کر دی ہیں۔ ایک تو جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی اور دوسری ختم نبوت کے پچاس سال پورے ہونے کی خوشی۔ اسی لئے "الحسن" کا زیر نظر خصوصی شمارہ "میلاد النبی و ختم نبوت نمبر" کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

ہماری نوجوان نسل کو معلوم ہونا چاہیے کہ برطانیہ نے اپنے عہد عروج میں اسلام پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ دینی و روحانی، علمی و ادبی اور عسکری و معاشی ہر لحاظ سے مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ان میں انتشار پیدا کرنے کی مذموم کوششیں جاری رکھیں اور ملت اسلامیہ کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اس کے پیدا کردہ تین سنگین مسائل اس وقت بھی عالم اسلام کے لیے سوہانِ روح بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک سرزمین فلسطین پر صیہونی ریاست اسرائیل کا قیام، دوسرا کشمیر کا انڈیا سے الحاق اور تیسرا فتنۂ قادیانیت ہے۔

فتنۂ قادیانیت کا سرغنہ مرزا غلام احمد ہندوستان میں مشرقی پنجاب کے ضلع گورداسپور میں واقع قصبہ قادیان کا باشندہ تھا۔ اس نے انگریزوں کی سرپرستی میں عقیدہ ختم نبوت سے بغاوت کی اور خود نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ حالانکہ قرآن وحدیث کی رُو سے پیغمبر اسلام رحمت للعالمین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی کسی بھی قسم کا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس پر خلیفہ اوّل امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں باقاعدہ اجماع بھی ہو چکا ہے اور چودہ صدیوں سے امت محمدیہ ﷺ اس پر متفق چلی آ رہی ہے۔

برصغیر پاک وہند میں ملت اسلامیہ کو اس فتنے سے بچانے کے لیے مرزا کے معاصرین میں سے جن محسنین ملت نے کارہائے نمایاں انجام دیے ان میں فاتح قادیانیت اعلیحضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف، پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی، علامہ غلام دستگیر، پروفیسر الیاس برنی، بابو محمد بخش لاہوری، علامہ محمد آسی امرتسری اور خصوصاً حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے نام شامل ہیں۔ دوسری طرف حکومت نے ہر طرح سے مرزائی جماعت کی تائید اور سرپرستی جاری رکھی۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اکٹھے ہوئے اور تحریک ختم نبوت کے لیے مجلس عمل تشکیل دی گئی۔ جانثارانِ رسول ﷺ کا جوش وخروش قابل دید تھا۔ حکمران طبقہ بھی دینی پس منظر کا حامل تھا اور تحریک ختم نبوت سے ہمدردی بھی رکھتا تھا لیکن اندرون ملک طاقتور قادیانی لابی اور خارجی سطح پر عالمی دباؤ کا مقابلہ نہ کر سکا اور مارشل لاء لگا کر تحریک ختم نبوت کو بزورِ قوت کچل دیا۔

بیس سال بعد ۱۹۷۴ء میں دوسری مرتبہ بڑے منظم انداز سے ختم نبوت کی تحریک شروع کی گئی۔ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے حضرت علماء کرام اکٹھے ہوئے اور تحریک ختم نبوت کے لیے مجلس عمل کا قیام عمل میں آیا۔ دیوبند مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرت علامہ سید محمد یوسف جان بنوری (کراچی) اس کے مرکزی امیر جبکہ بریلوی مکتبہ فکر کے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی (حزب الاحناف لاہور) اس کے مرکزی جنرل سیکریٹری منتخب کئے گئے۔ اسی طرح چاروں صوبوں میں اس کی شاخیں بھی قائم کی گئیں۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کی۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے بھی بھرپور تعاون کیا۔ قادیانیوں کے نمائندے مرزا احمد اور صدر الدین لاہوری بھی بمعہ اپنے علماء وفضلاء آئے اور اراکین اسمبلی کے سامنے اپنا مؤقف پیش کیا۔

اراکین پارلیمنٹ نے دونوں طرف سے دلائل سننے کے بعد سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں یعنی کافر ہیں۔ موجودہ وقت میں اس فیصلے کی اہمیت اور اس کے قانونی پہلوؤں کے بارے میں عوامی آگاہی بڑھانا بھی اس کے تحفظ کا ایک طریقہ ہے اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس فیصلے کے تاریخی اور قانونی پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

رسولِ ہاشمی کے بعد پیغمبر نہیں کوئی

محمد عبد القیوم طارقؔ سلطان پوری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے دین کی بنیاد مستحکم تعالی اللہ
خدائے پاک کی توحید اور ختم نبوت ہے
رسولِ ہاشمی کے بعد پیغمبر نہیں کوئی
یہ وہ نکتہ ہے جس پر متفق آقا کی اُمت ہے
نبوت کا کیا آقا کے اک غدار نے دعویٰ
کھلا شاہِ مدینہ سے یہ اعلانِ بغاوت ہے
قبائے وحدتِ امت کو پارہ پارہ کرنے کو
ہمارے دشمنوں کی چال، یہ ان کی شرارت ہے
مکمل ختم فتنہ کب ہوا جعلی نبوت کا؟
ہمیں اپنی مساعی تیز کرنے کی ضرورت ہے
نہیں کمزور ہر گز قادیانی فتنہ انگیزی
ابھی تک اس کی پشتی بان ہر شیطانی قوت ہے
مرا رسوائی میں وہ کاذب و دجال بالآخر
محمد کے جو دشمن ہیں مقدر ان کا ذلت ہے
اسے اس سرزمیں میں دفن کرنے کے جو خواہاں ہیں
مذمت کی بلا شک مستحق ان کی جسارت ہے
نہ ہونے دیں گے ایسا، غور سے سب سازشی سن لیں!
غلامانِ نبی میں آج بھی موجود غیرت ہے
نہیں ایسے خبیثوں کے لیے اس میں جگہ کوئی
یہ ملک اس کا ہے طارقؔ جو محبِ جانِ رحمت ہے

نورِ اوّل ۱

از غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو قادر، علیم، بصیر، حلیم، وہاب، رحمان و رحیم ہے۔ وہ ساری کائنات کا پروردگار ہے۔ اسی ذات اقدس نے اپنے نبی کریم پر قرآن جیسی عظیم اور پُر حکمت کتاب نازل فرمائی ہے، اس کتاب میں دینِ قویم اور صراط مستقیم ہے۔

بے حد و بے حساب صلوٰۃ و سلام ہوں خاتم رسالت، ہادی برحق، صاحب عزت و تکریم، صادق و امین ذات اقدس پر جو نبی امی، عربی الاصل ہیں اور عرب و عجم کی طرف بہترین کتاب لانے والے ہیں۔ جن کا اسم گرامی محمد ہے اور صلوٰۃ و سلام ہوں آپ کی آل اطہار پر اور عظمت کردار کے مالک فخر انسانیت صحابہ کرام پر۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد (عرض ہے) کہ علم ایک عالی مرتبت، قابل فخر، نفع اندوز اور بزرگ ترین دولت ہے۔ اسی دولت کے ذریعے انسان رب العالمین تک پہنچتا ہے اور انبیاء مرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم کی تصدیق کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بندگانِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جن برگزیدہ اشخاص کو منتخب فرمایا ان میں علماء کرام کو خصوصیت حاصل ہے۔ یہ لوگ انسانیت کے سرخیل اور ہادیانِ عالم کے چنیدہ ہیں، علماء انبیاء کرام کے وارث اور نائب ہیں، وہ مسلمانوں کے آقا و مولا ہیں۔ رب قدوس کا ارشاد پاک ہے

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ
ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ (فاطر: ۳۲)

۱ مقدمہ مؤلف سے اقتباس، سرالاسرار، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، مترجم الاستاذ ظفر اقبال کلیار فاضل بھیرہ شریف، طبع زاویہ فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۰ء

ترجمہ: پھر ہم نے وارث بنایا اس کتاب کا ان کو جنہیں ہم نے چن لیا تھا اپنے بندوں سے۔ پس بعض درمیانہ رو ہیں اور بعض سبقت لے جانے ہیں نیکیوں میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

اَلْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْاَنْبِيَاءِ بِالْعِلْمِ يُحِبُّهُمْ اَهْلُ
السَّمَاءِ وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ فِي الْبَحْرِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: علماء علم میں انبیاء کے وارث ہیں۔ آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں اور سمندر کی مچھلیاں قیامت تک ان کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہیں گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور ارشاد مبارک ہے

يَبْعَثُ اللهُ الْعِبَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يُمَيِّزُ الْعُلَمَاءَ
فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالٰى يَا مَعْشَرَ الْعُلَمَاءِ إِنِّي لَمْ أَضَعْ عِلْمِي فِيكُمْ إِلا
لِعِلْمِي بِكُمْ وَلَمْ أَضَعْهُ فِيكُمْ لأُعَذِّبَكُمْ انْطَلِقُوا إِلَى الْجَنَّةِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا تو علماء کرام کو ان سے الگ کر لے گا اور فرمائے گا اے علماء کے گروہ میں نے اپنا علم تمہارے سینوں میں ودیعت فرمایا کیونکہ میں تمہیں جانتا تھا۔ یہ نور تمہارے سینوں میں اس لیے تو نہیں رکھا کہ تمہیں عذاب دوں، جاؤ تم سب جنتی ہو، میں نے تمہارے قصور معاف فرما دیئے۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے جنت کو عابدوں کے لیے انعام کی جگہ بنایا اور عارفوں کے لیے قرب کا محل۔ اس (تمہید) کے بعد ابتداء میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ جمال سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا جیسا کہ حدیث قدسی ہے خَلَقْتُ مُحَمَّدًا اَوَّلًا مِنْ نُوْرِ وَجْهِي یعنی میں نے سب سے پہلے اپنی ذات کے نور سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کیا۔

اَوَّلًا مَا خَلَقَ اللهُ رُوْحِيْ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُوْرِيْ
وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ الْعَقْلَ

یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا۔

ان تمام چیزوں کا مصداق ایک ہی ہے یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ کو پیدا فرمایا، اسے نور کہا گیا ہے اس لیے کہ یہ ظلمانیت جلالیت سے پاک ہے جیسا کہ رب قدوس کا ارشاد ہے

كَثِيرٍۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ (المائدہ:۱۵)

یعنی بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی۔

حقیقت محمدیہ کو عقل کہا گیا ہے کیونکہ وہ تمام کلیات کا ادراک رکھتی ہے، اسے قلم کہا گیا ہے کیونکہ یہ علم کی منتقلی کا سبب ہے۔ جس طرح عالم حروفات میں قلم انتقال علم کا سبب ہے پس روحِ محمدی ان تمام چیزوں کا خلاصہ ہے، کائنات کی ابتداء اور اصل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے **انا من اللہ والمومنون منی** یعنی میں اللہ سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔

عالم لاہوت میں تمام ارواح نور محمد سے بہترین اعتدال پر پیدا ہوئیں۔ عالم لاہوت میں اسی کا نام حجلۃ الانس ہے اور یہی عالم انسان کا وطن اصلی ہے۔ جب ذاتِ محمدی کی تخلیق پر چار ہزار سال کا عرصہ بیت گیا تو اللہ تعالیٰ نے نور پاک مصطفیٰ ﷺ سے عرش اور دوسری تمام کلیات کو پیدا فرمایا اور اس کے بعد ارواح کو عالم اسفل کی طرف لوٹا دیا اور اس عالم میں یہ روحیں جسموں میں منتقل ہو گئیں جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے ثُمَّ رَدَدْنَٰهُ أَسْفَلَ سَٰفِلِينَ (التین:۵) یعنی پھر ہم نے لوٹا دیا اس کو پست ترین حالت کی طرف۔ یعنی پہلے اسے عالم لاہوت سے عالم جبروت کی طرف لوٹایا اور اسے یہاں دونوں حرموں کے درمیان جبروت کے نور سے ایک لباس پہنایا، اس لباس کا نام روح سلطانی ہے۔

پھر روح کو اس لباس کے ساتھ عالم ملکوت کی طرف لوٹایا اور یہاں اسے نورِ ملکوت کا لباس پہنا دیا گیا، اس کا نام روحِ روانی ہے۔ اس کے بعد روح عالم الملک کو لوٹی، الملک کے نور کا لباس پہنا اور روح جسمانی کا نام پایا۔ اس عالم میں اجساد تخلیق ہوئے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے مِنْهَا خَلَقْنَٰكُمْ (طٰہٰ:۵۵) یعنی اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا۔

روح بحکم ایزدی اجساد میں داخل ہوئی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَنَفَخۡتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (الحجر: ۲۹) یعنی اور پھونک دی اس میں اپنے فضل سے روح۔ پس جب اجساد سے روحوں کا تعلق قائم ہو گیا تو وہ وعدہ الست کو بھول گئیں جو وعدہ انہوں نے اپنے رب سے عالم ارواح میں کیا تھا اور کہا تھا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے أَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ (الاعراف: ۱۷۲) یعنی کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟

پس وہ نسیات کی وجہ سے یہیں کی ہو کر رہ گئیں اور اپنے وطنِ اصلی کو نہ لوٹیں، اللہ جو کہ بے حد رحم فرمانے والا اور انسان کا حاجت روا ہے اسے اپنی مخلوق پر رحم آ گیا اور اس نے اپنی جناب سے ایک کتاب نازل کی تاکہ اسے پڑھ کر انسان کو وطن اصلی یاد آ جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَذَكِّرۡهُم بِأَيَّىٰمِ ٱللَّهِۚ (ابراھیم: ۵) یعنی اور یاد دلاؤ انہیں اللہ کے دن۔ یعنی وہ دن جب وہ واصل بحق تھے۔ نبوت و رسالت کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا بہت سارے انبیاء و رسل اور کتابیں اپنے اپنے وقت پر آئیں۔ تمام انبیاء و رسل کی بعثت اور تمام کتابوں کے نزول کی غرض و غایت ایک ہی تھی کہ بنی آدم کی روح کو وطن اصلی یاد آ جائے مگر بہت کم لوگوں کو وہ وطن یاد آیا۔

معدودے چند روحیں تھیں جنہیں اس دنیا میں رہ کر یہ اشتیاق پیدا ہوا کہ وہ وطن اصلی کو لوٹ جائیں اور اپنے رب سے ملاقات کریں۔ نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ روحِ اعظم، خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔ آپ کسی ایک دور یا ایک خطے کے نبی نہیں تھے، پوری انسانیت کے بخت خفتہ کو بیدار کرنے کے لیے تشریف لائے اور ہر علاقے کے لوگوں کو خواب غفلت سے جگانا آپ کا منصب قرار پایا، آپ کو حکم دیا گیا کہ دلوں کو بصیرت کا نور دیں اور روحوں کے سامنے تنے پردوں کو منکشف کریں جیسا کہ رب قدوس کا ارشاد ہے

قُلۡ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ (یوسف: ۱۰۸)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے، میں تو بلاتا ہوں صرف اللہ کی طرف۔ واضح دلیل پر ہوں میں اور (وہ بھی) جو میری پیروی کرتے ہیں۔

انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ

از قطب الاقطاب شیخ القرآن والحدیث
حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بَابُ مَا جَآءَ فِيۡ صِفَةِ إِدَامِ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

یہ باب حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سالن کے بیان میں ہے۔

(اس باب میں تینتیس احادیث ہیں)

حل لغات: إِدَام : ما یؤتدم به، أی یؤکل به الخبز من خل و تمر و زیت و نحوہٗ

سالن جس کے ساتھ روٹی لگا کر کھائیں جیسے کہ سرکہ، تمر، تیل وغیرہ اس کی جمع اُدُمٌ ہے۔

تشریح: اس باب میں سیّد الکائنات، فخر رسل، صاحب معجزات باہرہ حضرت احمد مجتبیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف چیزوں کے ساتھ روٹی کھانے کا ذکر ہے نیز حضور خاتم النبیین رحمت للعالمین، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا بیان بھی ہے۔

حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ایک غذا کا تعین اپنی ذات مبارکہ پر نہیں فرمایا تھا بلکہ جو سالن بھی مثلاً شوربا، گوشت، سرکہ، تیل زیتون، نمک، کھجور وغیرہ موجود پایا نوش فرمایا۔ علامہ البیجوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

ولم تکن عادته صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حبس نفسه علی نوع من الأغذیة فانه ضار بالطبیعة، بل کَانَ یأکل ما تیسر من لحم وفاکهة وتمر وغیرها

حدیث نمبر ۱/ ۱۴۵: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ سَهۡلِ بۡنِ عَسۡکَرٍ وَعَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ

قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي حَدِيثِهٖ نِعْمَ الْأُدْمُ أَوِ الْإِدَامُ الْخَلُّ

ترجمہ: اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے یہ کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''سرکہ ایک عمدہ سالن ہے''۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ ارشاد فرمایا ''سرکہ ایک عمدہ سالن ہے''۔

حل لغات: اَلْاِدَامُ: سالن، اس کی جمع اُدُمٌ ہے، اُدْمٌ بھی آتا ہے۔ اَلْخَلّ: سرکہ۔

تشریح: سرکہ کھانے میں بہت سے فوائد ہیں، اسی لئے تو شفیق امت ﷺ نے اس کے استعمال کا ارشاد فرمایا۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس میں برکت کی دعا فرمائی اور یہ فرمایا کہ ''پہلے انبیاء علیہم السلام کا بھی یہ سالن رہا ہے''۔ ایک دوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں ہیں''۔ ابن حجر کا قول ہے قَامِعٌ لِلصَّفْرَاءِ، نَافِعٌ لِلْأَبْدَانِ انقطاع صفراء ہے اور بدن کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ طبّی نقطہ نظر سے اس میں بہت فائدے ہیں، غذا کو ہضم کرتا ہے، پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ بے تکلف روٹی کھائی جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۶/۲: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ

ترجمہ: سماک بن حرب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نعمان ابن بشیر کو یہ کہتے سنا کہ کیا تم قسم قسم کے کھانے اور پینے کی چیزوں میں جو تمہیں پسند آتی ہیں مگن ہو گئے ہو حالانکہ میں نے تمہارے

نبی کریم ﷺ کو اس عالم میں دیکھا ہے کہ وہ ﷺ خشک خرما سے بھی شکم سیری نہ فرماتے تھے۔

حل لغات: الدَّقل: کھجور، خرما۔ نہایہ میں ہے الردی التمر و یابسه، وہ کھجور جو خشکی اور سختی کی وجہ سے جدا جدا رہتی ہے، چمٹی نہیں رہتی۔

تشریح: نعمان بن بشیر نے سماک بن حرب سے جو تابعین سے تھے تخاطب کر کے کہا کہ میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ کو اس عالم میں دیکھا ہے کہ وہ ﷺ خشک خرما پر گزر اوقات فرماتے اور وہ شکم سیری کے لیے ناکافی ہوتا یعنی حضور سراپا نور ﷺ اس قدر قناعت، زہد، ریاضت اور مجاہدہ کی زندگی اختیار کئے ہوئے تھے اور تمہارا یہ حال ہے کہ تم قسما قسم کے لذائذ اور مشتہات کھانوں میں مگن ہو گئے ہو۔ گویا حضور پاک ﷺ جو کہ تمام لوگوں کے مقتداء اعظم ہیں کی اقتداء اور پیروی کو چھوڑ کر عیش و تنعم میں پھنس گئے ہو۔ تمہیں چاہیے کہ اس عیش و تنعم میں اور لذائذ میں مشغول نہ ہو جاؤ بلکہ حضور پُر نور پیارے محبوب ﷺ کی پاکیزہ اور ستھری زہد و قناعت، ریاضت، مجاہدہ، صبر و عبادت والی زندگی اختیار کرو اور وہ اعلیٰ اسوہ حسنہ (کہ باوجود تنگی ہونے کے ہر وقت آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر میں رطب اللسان رہتے تھے) ہمارے لیے موجود ہے۔

کیا یہ کافی نہیں اب جبکہ ہر قسم کی فراخی نصیب ہوگئی تو پھر ہم کو اللہ تعالیٰ کا ہر وقت شکر ادا کرنا چاہیے اور ہر آن و ہر لحظہ اس کی یاد اور اس کی حمد کرنی چاہیے۔ لذائذ دنیا اور خواہشات نفسانی میں مگن ہو کر حضور پاک ﷺ کی ناراضگی اور خفگی مول نہیں لینی چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں سیّد المرسلین ﷺ کی زندگی مبارک پر چلنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبی رؤف رحیم

حدیث نمبر ۳/ ۱۴۷: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

ترجمہ: جابرابن عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ سرکہ ایک عمدہ سالن ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف کی تشریح اسی بات کی پہلی حدیث شریف کے ضمن ملاحظہ فرمایئے۔علامہ علی القاری رحمہ الباری ''جمع الوسائل'' جلد اوّل، صفحہ ۲۰۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالثَّلَاثَةُ أَيْضًا وَهُوَ حَدِيثٌ مَشْهُورٌ كَادَ أَنْ يَكُونَ مُتَوَاتِرًا

یعنی یہ حدیث شریف احمد مسلم اور تینوں اماموں نے بیان کی ہے، یہ حدیث مشہور ہے ہوسکتا ہے متواتر ہو۔

حدیث نمبر ۱۴۸/۴: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَأُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَنَحَّى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا لَكَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهَا تَأْكُلُ شَيْئًا فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهَا قَالَ اُدْنُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ

ترجمہ: زھدم الجرمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ کے پاس تھے کہ مرغی کا گوشت لایا گیا، ان موجود افراد میں سے ایک شخص کھسک گیا تو جناب ابوموسیٰ نے فرمایا تجھے کیا ہوا، اس نے کہا کہ میں نے مرغی کو نجاست کھاتے ہوئے دیکھا تھا تو میں نے قسم کھالی کہ اسے نہ کھاؤں گا۔ابوموسیٰ نے فرمایا قریب آجا، میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغی کا گوشت نوش فرماتے دیکھا ہے۔

حل لغات: **لَحْم**: گوشت اس کی جمع لِحَامٌ، لُحُوْمٌ، لُحْمَانٌ، لُحْمَانٌ اور اَلْحُمٌ بھی آتی ہے۔ **دَجَاج**: دال کی زیر سے بھی ہے مگر زبر سے فصیح ہے، مرغا یا مرغی۔ **فَتَنَحّٰی**: پس کھسک گیا، سرک گیا، ہٹ گیا، علیحدہ ہوگیا، ایک طرف ہوگیا۔ **نَتْناً**: نجاسات، قذورات، پلیدی، غلاظت۔ **فَحَلَفْتُ**: پس میں نے قسم کھالی اس کا مصدر حَلْفٌ، حِلْفٌ اور حَلِفٌ آتا ہے۔ **اُدْنُ**: قریب ہوجا نزدیک ہوجا، **دُنُوّ**

یا دَنَاوَۃٌ یا دُنَاتٌ مصدر ہیں جس کے معنی نزدیک ہونا ہیں۔

تشریح: علامہ البیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس لوگوں کا جمع ہونا اس وقت کی دلیل ہے کہ بزرگوں کے پاس بیٹھنا اور ان کی صحبت اختیار کرنا جائز ہے۔ فرماتے ہیں **وهذا يدل على مشروعية اجتماع القوم عند صديقهم** زھدم الجرمی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے اس سے کہا کہ تجھے کیا ہوا یعنی تو کھانا کھانے سے کیوں ہٹ گیا، وہ کون سی بات ہے جو کہ تجھے مرغی کا گوشت کھانے سے روکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کو دریافت کرنا چاہیے کہ حاضرین میں سے کوئی ایک کھانا کیوں نہیں کھاتا۔ علامہ البیجوری لکھا ہے کہ:

وهذا يدل على أنه ينبغي لصاحب الطعام

أن يسأل عن سبب امتناع مَن حضَره من الأكل

یعنی اس شخص نے کہا "میں نے مرغی کو نجاست کھاتے دیکھا تھا تو میں نے قسم کھالی کہ اسے نہ کھاؤں گا"۔

کسی شخص کا اس وجہ سے مرغی نہ کھانا کہ وہ حرام ہے غلط ہے، اس لیے کہ حرام کے لیے دلیل قطعی چاہیے اور وہ اس پر نہیں ہے۔ اور اگر اس نیت سے نہیں کھاتا کہ وہ کوئی غلیظ شئے کھاتی ہے اور یہ اس کے کھانے سے پرہیز کرتا ہے تو الگ بات ہے۔ اسی لئے جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ "قریب ہو جا، میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے" یعنی اپنی قسم کو توڑ دے اس سے ثابت ہوا کہ مباح شرعی کی تحریم نہیں کرنی چاہیے اور مومن کی شان ہے کہ وہ ہر اس چیز کی تابعداری کرتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پاتا ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے آگے اپنی خواہشات کو ختم کردے۔ ارشاد گرامی نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

اور دوسری حدیث شریفہ (بخاری برقم ٦٧٢٢) ہے کہ:

إِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ

وَ كَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ

حدیث نمبر ۱۴۹/۵: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَىٰ

ترجمہ: سفینہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سرخاب (حباریٰ) کا گوشت کھایا۔

حل لغات: حُبَارَىٰ: سرخاب، صاحبِ ''لغات الحدیث'' لکھتے ہیں ''حباریٰ کو اردو میں سرخاب کہتے ہیں''اس کا واحد اور جمع برابر ہے۔ یہ ایک مشہور پرندہ ہے، اس کی گردن لمبی اور رنگ خاکی ہوتا ہے، یہ بہت ہی تیز اُڑتا ہے اس کا گوشت مرغی اور بطخ کے درمیان ہوتا ہے، ہندی میں اسے چکور کہتے ہیں۔

تشریح: سفینہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولیٰ کا لقب ہے۔ علامہ البیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو اس لیے سفینہ کہتے تھے کہ

لأنه حمل شيئاً كثيراً في السفر، فأشبه السفينة

یعنی یہ بہت سا سامان اپنے اوپر لاد لیتے تھے جس طرح کشتی پر سامان لاد دیا جاتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حباریٰ ایک چڑیا ہے حدیث شریف میں ہے:

أَنَّ الْحُبَارَىٰ لَيَمُوتُ هَزْلًا بِذَنْبِ بَنِي آدَمَ

یعنی حباریٰ دبلی ہو کر آدمیوں کے گناہوں کی وجہ سے مر جاتی ہے۔

شارحین فرماتے ہیں حباریٰ ایک چڑیا ہے جو چگنے کے لیے بڑی بڑی دور نکل جاتی ہے۔ انسانوں کے گناہوں کی وجہ سے پانی نہیں برستا تو بیچارے جانور بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶/ ۱۵۰: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ فَقَدَّمَ طَعَامَهُ وَقَدَّمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمَ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْلًى قَالَ فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى ادْنُ، فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَداً

ترجمہ: زھدم الجرمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ابی موسیٰ اشعری کے پاس تھے، فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ کے سامنے کھانا لایا گیا اور اس کھانے میں مرغی کا گوشت لایا گیا، حاضرین میں بنوتیم اللہ کا سرخ رنگ کا ایک شخص بھی موجود تھا جو کہ آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ وہ کھسک گیا تو حضرت ابو موسیٰ نے اسے فرمایا کہ قریب ہوجاؤ یقیناً میں نے رسول کریم ﷺ کو اسے کھاتے دیکھا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ ’’میں نے اسے کچھ کھاتے دیکھا ہے، پس اس سے کراہت کرتا ہوں، لہٰذا میں نے قسم کھا رکھی ہے میں اسے کبھی نہ کھاؤں گا۔‘‘

حل لغات: فَقُدِّمَ: پس لایا گیا۔ فَقَذِرْتُهُ: پس میں اس سے کراہت کرتا ہوں، قَذِر کی جمع قَاذُوْرَات ہے۔ قَذْرٌ یا قَذَارَةٌ مصدر ہے جس کے معنی پلید ہونا، پلید کرنا، مکروہ جاننا، میلے پن کی وجہ سے گھن کرنا۔

تشریح: حدیث ۴/ ۱۴۸ باب ہذا میں تشریح گزر چکی ہے، ملاحظہ فرمالیجیے۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ شخص جس نے مرغی کھانے سے یکسوئی اختیار کی تھی وہ بنی تیم اللہ سے تھا۔ وَهُمْ حَيٌّ مِنْ بَنِي بَكْرٍ اور تیم اللہ کا معنی عبداللہ ہے۔

(جاری ہے)

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر علامہ زید گل خٹک

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہ
(حکیم الامت علامہ محمد اقبال)

شرح: حکیم الامت نے افغانستان کے حکمران نادر شاہ غازی کی دعوت پر بلادِ اسلامیہ کا دورہ کیا تھا۔ تب آپ نومبر ۱۹۳۳ء میں حضرت حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ سنائی قدس اللہ سرہ العزیز کی تعلیمات ویسے بھی حکیم الامت کے کلام میں مزبود (Extracted) ہیں لیکن ان اشعار میں جو صاحب مزار کی جلوۂ روحانی کی رہین منت ہیں، خاص طور پر حضرتِ نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا عکسِ حب حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمال آرا ہوا ہے۔

شعر عنوان میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آفاقیت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالمگیریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کلام ہوا ہے۔ شاعر لطف بیان نے نکتہ آغاز پر بتا دیا ہے کہ یہ حقیقت و آفاقیت و عالمگیریت اور اس کا جمال پُر کمال نگاہِ عشق و مستی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ جمالِ حبیب علم حاضر و ظاہر سے مدرک و منظور نہیں ہو سکتا کہ وہاں کم مائیگی بھی ہے اور کور ذوقی بھی جس کا شکوہ نکتہ سنج خاوراں نے خود کیا ہے

عصر ما مارا زِ ما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفیٰ بیگانہ کرد

اس جمالِ مصطفیٰ کو یا تو آئینہ قرآن میں دیکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ وِلاء کا فیض میسر ہو اور تمسک کی خوشبو سے فکر و عمل مالا مال رہو یا پھر وہ نگاہِ قلب بینا یہ منظر دیکھ سکتی ہے جو ضوءُ القرآن سے متمتع ہو اور مشاہدہٗ

حق سے طورآشام ہو۔علم راسخ ونافع کے بست وکشاد میں یہ نشاط مہیا ہے جو بزم دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے تلمذ خیز ہے، باب العلم، اور قسیمۂ کوثر کے ہاں یہ الماس میسر ہیں جن کی درخشانیوں اور جلوہ سامانیوں سے سیرت پاک ﷺ کے خصائص وشمائل فہم رسا کی رونق بنتے ہیں۔

تعین اول، راز کن فکاں، نورِ اوّل اور سراج تاباں یعنی محمد نورِجاں کا جمال وجلال قرآن ہے یعنی محمد رسول اللہ القرآن یمشی علی الارض ہیں۔ کان خلقه القرآن آپ ﷺ کی سیرت ہے۔ آپ ﷺ کے حضور تسلیم وایمان واطاعت واتباع وحب وتقلید اللہ جل مجدہ جل شانہ اور کلام اللہ کی اطاعت واتباع ہے۔

آپ ﷺ فرقان ہیں۔ اس فرقان ذی شان کی روشنی میں حق و باطل کو الگ الگ کیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ ہی معیار حق ہیں، آپ ہی دین اور دیوانِ حق ہیں

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

آپ کا قلب یٰسین ہے جہاں طریقت وحقیقت کے تمام انوار سرشار عطا والقا ہیں۔ قلب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہی قلب القلوب ہے۔

دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم

آپ ﷺ کی پیشانی ہی طٰہٰ ہے، یزدانی ہے، عرفانی ہے، نورانی ہے، زمانی مکانی اور لامکانی ہے

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ﴿۲﴾ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۳﴾

یہ شعر اس آیت کی تفسیر جمال ہے۔ قلب خاشع وخشیت وطریقت بار جب تذکرہ کے آب حیات سے سیراب ہو اور شریعت کا تیسر پالے۔

اسوۂ حسنہ کے نور سے ظاہر وباطن متجلی ہو جائیں تو فرد امام ہو جاتا ہے اور معاشرہ تمکین پا جاتا ہے اس معاشرہ کے صدر باب پر حضرت اقبال کا یہ شعر اس طرح زیب کرتا ہے جس طرح عفت وعصمت کے ماتھے پر جھومر جھومتا ہے۔

استفتاء مع الجواب

(مجالس میلاد کی شرعی حیثیت)

مفتی خلیل الرحمن قادری نقشبندی گلوزئی رحمۃ اللہ علیہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرعِ متین ان مسائل کے بارے میں:

۱: ماہِ ربیع الاوّل شریف میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد از روئے شرع شریف جائز ہے کہ نہیں؟

۲: محفل میلاد شریف کے اختتام پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے؟

۳: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ ناجائز اور بدعت ہے۔

مہربانی فرما کر جواب بالصواب مدلل ارقام فرما کر مشکور فرمادیں۔ **بینوا توجروا**

المستفتی: محمد زکریا کاکشال پشاور۔

الجواب

مسئلہ نمبر ۱: واضح ہو کہ ماہِ ربیع الاوّل کو شرف اسلیے حاصل ہے کہ حضور نبی کریم ورؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مقدس میں بڑے عقیدت واحترام کے ساتھ عالم اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرے کیئے جاتے ہیں اور جس طرح ماہِ رمضان کو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی عظیم وشان کے طفیل دیگر مہینوں پر انفرادیت اور امتیاز عطا فرمایا اسی طرح ماہِ ربیع الاوّل کے امتیاز اور اس کے شانِ علو کی وجہ اس ماہ میں صاحب قران کی تشریف آوری ہے۔ (''جشن میلاد''، صفحہ ۶۹)

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری رب ذوالجلال کی طرف سے نعمت ہے۔ ایسی نعمت جس سے بڑھ کر دوسری کوئی نعمت ہے ہی نہیں تو پھر ایسی

نعمت کا چرچا اور ذکر خیر کیوں نہ کیا جائے بلکہ ایسی نعمت عظمیٰ کا تذکرہ کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تذکرہ کرو۔ ثابت ہوا کہ جب حضور پاک ﷺ کی ذات پاک دنیا کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے تو دنیا والوں پر لازم ہے کہ محبوب کبریا ﷺ کا ذکر خیر کیا کریں خصوصاً ماہِ ربیع الاوّل میں اور حضور پاک ﷺ کا نعمت عظمیٰ ہونا خود قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ یعنی میرے محبوب نہیں بھیجا میں نے آپ کو مگر تمام عالموں کے لیے رحمت۔

سبحان اللہ حضور پاک ﷺ کی ولادت کے وقت رب ذوالجلال نے زمین وآسمان میں ایسی خوشیوں کا سماں بنایا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک روایت اس ضمن میں درج کی جاتی ہے، ملاحظہ ہو

عَن عَمرو بن قُتَیبَة قَالَ سَمِعت أبي وَكَانَ من أوعية العلم قَالَ لما حضرت ولادَة آمِنَة قَالَ الله لملائكته افتحوا ابواب السَّمَاء كلهَا وأبواب الْجنان الخ

(انوار محمدیہ النبہانی صفحہ ۲۲ و سیرۃ الجلبیتہ صفحہ ۷۸)

ترجمہ: عمرو بن قتیبہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے جو متبحر عالم تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اس روز سورج کو عظیم نور پہنایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی عورتوں کے لیے یہ مقدر کر دیا کہ وہ حضور کی برکت سے لڑکے جنیں۔

اس کے علاوہ پھر رب کریم نے حضور صاحب لولاک ﷺ کی دنیا میں نعمت کی شکل میں تشریف آوری پر ہمیں بھی خوشی منانے کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰهِ وَبِرَحۡمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا ؕ (یونس: ۵۸)

یعنی میرے محبوب فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے سبب جو اِن پر ہوا، خوشی منائیں۔

اور مفسرین حضرات کے نزدیک فضل اور رحمت سے حضور ﷺ کا وجود باجود مراد ہے۔ پس ان روایات سے ثابت ہوا کہ ماہِ ربیع الاوّل میں انعقادِ محفل میلاد شریف اور جشن عید میلاد النبی ﷺ منانا

نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۲: میلاد شریف کے اختتام پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شرعاً جائز اور باعث اجر عظیم ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ صلوٰۃ وسلام بحالت قیام پڑھنا جائز ہے۔ مخفی نہ رہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب علماء دیوبند کے مستند پیشوا اور جید عالم دین ہیں۔ اسی طرح استاد ''نزہتہ المجالس'' کی عبارت ملاحظہ فرمائیں

القیام عند والادۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **لا انکار فیہ فانہ من البدع المستحسنۃ وقد افتی جماعتہ باستجابہ عنہ ذکر ولادتہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **و قال جماعتہ بوجوب الصلوٰۃ علیہ عند ذکرہ و ذالك من الاکرامہ و التعظیم و اکرامہ و تعظیمۃ واجب علی کل مومن ولا شك ان القیام لہ عند الولادۃ من باب التعظیم والاکرام (قال المؤلف) و الذی ارسلۃ رحمۃ للعالمین لو استطعت القیام علی راءسی نفعلت ابتغی بذلك الزلفٰی عند اللہ عز و جل -- انتھی** (نزھتہ المجالس جلد ۲ صفحہ ۹۳)

ترجمہ: قیام جو ذکر ولادت کے وقت کیا جاتا ہے اس میں کسی کو انکار نہیں کیونکہ یہ بدعت مستحسنہ میں سے ہے اور ایک جماعتِ علماء کرام نے قیام کے مستحب ہونے پر فتویٰ دیا ہے اور ایک جماعت نے ذکر ولادت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر واجب کا فتویٰ دیا ہے اور ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام و تعظیم کے لیے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے ذکر وقت کھڑے ہو جانا تعظیم ہی ہے۔ مؤلف ''نزہتہ المجالس'' کہتا ہے کہ ہماری قسم ہے رب ذوالجلال پر جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے کہ اگر مجھے سر پر کھڑے ہونے کی طاقت ہوتی تو میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرتا۔

سبحان اللہ یہ ہے سچی محبت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سچ فرمایا شاعر نے

محمد عربی آبروئے ہر دُو سرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سر او

مذکورہ عبارت سے ظاہر ہوتا کہ مجلس میلاد شریف بحالت قیام درود و سلام پڑھنا بلا چون و چرا جائز اور باعث اجر عظیم ہے۔ خداوند کریم ہمارے دلوں کو اپنے محبوب کی محبت سے منور فرمائے ۔۔۔ آمین!

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

اب شیخ العلماء مفتی جامع ازہر (مصر) جناب حضرت شیخ سلیم البشری کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں

ان الانکار من الوقوف عند ذکر ولادته صلی الله علیه وآله وسلم والتشنیع علی فاعل ذلك بالتشبیهه بالمجوس او بالروافض لیس علی ما ینبغی لان کثیرا من الائمة استحسن الوقوف المذکور بقصد الاجلال و التعظیم للنبی صلی الله علیه وآله وسلم وذالك امر لا محذور فیه (المهند علی المفند صفحه ۱۵)

ترجمہ: جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کا انکار اور اس کے کرنے والے پر مجوس یا روافض سے مشابہت دے کر تشنیع مناسب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے آئمہ دین نے قیام مذکورہ کو جناب رسول کریم ﷺ کی عظمت و جلالت شان کے ارادہ سے مستحسن سمجھا ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس کی ذات میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

حضرت شیخ سلیم البشری کی عبارت سے بخوبی واضح ہوا کہ اختتام میلاد پر جو قیام کیا جاتا ہے بلا لیت ولعل جائز بلکہ احسن المندوبات ہے۔ نیز علماء دیوبند کے پیشوا اور استاذِ کل حضرت شاہ الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بھی سنیے، ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں فرماتے ہیں

''اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔''

کیا حق بات کہی حضرت شاہ صاحب نے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ان روایات اور اقوال علماء دین سے اچھی طرح واضح ہوا کہ محفل میلاد النبی شریف ﷺ کا انعقاد

اور آخر میں قیام اور درود وسلام بحالت قیام پڑھنا سب امور جائز باعث برکت اور اجر عظیم ہیں جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

مسئلہ نمبر ۳: جو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعقاد بدعت ہے اور ناجائز ہے وہ جہالت کی گہری تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا اور اس موقع پر خوشی کا اظہار کرنا اور غرباء ومساکین پر مال خرچ کرنا شرعاً جائز ہے۔ ان تمام امور سے منع کرنا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محب کے شایانِ شان ہرگز نہیں بلکہ منع کرنے والا خود بدعتی ہے اور وہ بدعت کے معنی کو جانتا ہی نہیں۔

گذشتہ آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ تحدیث نعمت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا مستحسن اور قابل تقلید عمل ہے اور پھر یہ خوشی منانا تو سنت الٰہی بھی ٹھہری، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی سنت بھی قرار پائی، صحابہ کرام کے آثار سے بھی ثابت ہے۔

اس کے جواز اور عدم جواز پر اب بھی اگر کوئی بحث کرے اور اسکو ناجائز حرام اور بدعت کہے تو اسے ہٹ دھرمی اور لاعلمی کے سوا کیا کہا جائے گا۔

اب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں چند آئمہ دین وعلماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیں

محدث جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لازال اهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام وسائر بلاد العرب يحتلفون المجلس مولا النبی صلی الله عليه وأله وسلم ويفرحون بقدوم بلال (الميلاد النبی صفحہ ۵۸)

ترجمہ: اہل مکہ و مدینہ اور اہل مصر و یمن و شام اور تمام عالم اسلام شرق تا غرب ہمیشہ سے آقائے دو جہان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سعیدہ کے موقع پر محافل میلاد کرتے چلے آرہے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ابو شامہ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں شہر اربل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات اظہار زینت اور خوشی کی جاتی ہے یہ بدعت حسنہ کے ذمرے میں شامل ہے۔

امام الحافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ تمام اطراف و اکناف میں اہل اسلام حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی کی بڑی بڑی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۴۲۸)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک میلاد کے لیے اجتماعِ تلاوتِ قرآن پاک، حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف واقعات اور ولادت کے موقع پر ظاہر ہونے والی علامات کا تذکرہ ان بدعاتِ حسنہ میں سے ہے جن پر ثواب مرتب ہوتا ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ کی تعظیم ومحبت اور آپ کی آمد پر خوشی کا اظہار ہے۔ (حسن المقصد فی عمل المولد فی الحاوی للفتاوی صفحہ ۱۸۹)

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لازال اهل الاسلام يتحفلون بشهر مولد عليه السلام
ويعملون الولائم و يتصد قون فى لياليه انواع الصدقات
ويظهرون السرورہ---الخ بطوله

ترجمہ: ربیع الاوّل چونکہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے لہٰذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں

و كذالك ما يحدثه بعض الناس بطوله

ترجمہ: بعض لوگ جو میلاد کا انعقاد کرتے ہیں ان کی یا تو عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے کہ جس طرح وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن مناتے ہیں یا مقصد فقط رسالت مآب ﷺ کی محبت اور تعظیم ہے۔ اگر دوسری صورت ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے عمل پر ثواب عطا فرمائے گا۔ (اقتضاء صراطِ مستقیم صفحہ ۲۹۷)

اسی طرح امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

المولد والاذكار التى تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصد
قته و ذكر و صلوة و سلام على رسول الله صلى الله عليه وأله وسلم
(فتاوىٰ حديثيه، صفحه ۱۴۹)

ترجمہ: میلاد اور اذکار کی محافل جو ہمارے ہاں منعقد ہوتی ہیں اکثر خیر ہی پر مشتمل ہیں کیونکہ اس میں صدقات، ذکر الٰہی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں ہدیہ درود سلام عرض کیا جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محفل میلاد کا انعقاد تمام عالم اسلام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔اس کی راتوں میں صدقہ خوشی کا اظہار اور اس موقع پر خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر ظاہر ہونے والے واقعات کا تذکرہ مسلمانوں کا خصوصی معمول ہے۔(ما ثبت من السنۃ ،صفحہ ۱۰۲)

بخوف طوالت مزید ائمہ دین علماء متبحرین کے اقوال ترک کر رہا ہوں۔تاہم ان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، ملا علی قاری، حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی (والد ماجد شاہ ولی اللہ)، مولانا محمد عبدالحیؒ لکھنوی، حاجی امداداللہ مہاجر مکی، مفتی محمد مظہر اللہ، علامہ الحافظ ابوذرعہ العراقی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

ان تمام حضرات علماء کرام نے محفل میلاد شریف کے انعقاد پر ثواب اور اجر عظیم ملنے کے متعلق لکھا ہے اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کو بالکل جائز فرمایا ہے۔

بدعت اور ناجائز کہنے والوں کو لازم ہے کہ وہ جلد از جلد توبہ کریں کیونکہ ایک تو خود سوئے ادب کے مرتکب ہوتے ہیں کہ خود محفل میلاد منعقد نہیں کرتے دوسری بات یہ کہ میلاد شریف منانے والوں کو اس کار خیر سے منع کرتے ہیں، یہ لوگ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ کے زمرے میں آتے ہیں۔

قطعہ

مولانا محمد قاسم نانوتوی

اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

ولے یہ رتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا
کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار

پشاور میں میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تاریخی جائزہ

سید محمد انور شاہ بخاری قادری

جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرعی اور تاریخی حیثیت و اہمیت پر چودہ صدیوں میں علماءِ اہل سنت نے بے شمار کتابیں قلم بند فرمائی ہیں۔ رسائل و جرائد اور اخبارات میں ان گنت مقالات و مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر بھی اس بارے میں گراں قدر علمی و تحقیقی مواد موجود ہے۔ زیر نظر سطور میں پشاور کے حوالے سے اس کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

پشاور میں ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل کے انعقاد کے لیے ''سیرت کمیٹی'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی تھی جس کے مقاصد میں جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل منانا بھی شامل تھا۔ اس نے ماہِ ربیع الاوّل شریف میں جلسوں کا انعقاد شروع کیا لیکن آہستہ آہستہ اس پر ایک ایسے ٹولے نے قبضہ جما لیا جو اپنے مخصوص عقائد کے لیے اس تنظیم کو استعمال کرنے لگا اور ماہ ربیع الاوّل شریف میں خوشی منانے کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال اقدس میں غم و سوگ کو فروغ دینے لگا۔

اس ٹولے نے اس تنظیم کے پلیٹ فارم سے اس ماہ مبارک کو بطورِ ''بارہ وفات'' شہرت دینی شروع کی اور میلاد کی خوشی کو بدعت کہہ کر لوگوں کو اس سے روکنا اور تصوّرِ غم کو عام کرنا شروع کر دیا۔ اس صورتحال کو بھانپتے ہوئے اس تنظیم کے بانی رکن اور اہلسنت کے مشہور و معروف عالم ربانی حضرت علامہ حافظ علی احمد جان صاحب نقشبندی (خلیفہ مجاز حضرت پیر سید جماعت علی شاہ) نے بطورِ احتجاج استعفیٰ دے دیا اور اس تنظیم سے علیحدگی اختیار فرمالی۔

بعد ازاں حافظ صاحب نے اپنے شاگردِ رشید اور اہل پشاور کے متفقہ دینی و روحانی پیشوا حضرت

علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک ایسا ادارہ بنانے کی تجویز دی جس کے زیر اہتمام پشاور میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا جشن شایانِ شان طریقے سے منایا جا سکے۔ اس موقع پر جلسے کئے جائیں اور جشن میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں شہر بھر میں جلوس بھی نکالا جائیں تا کہ ماہِ ربیع الاوّل میں یہ جو سوگ کی فضا بنائی گئی ہے اس کو ختم کر کے خوشی کے تصور کو عام کیا جا سکے۔

استاذ کامل، قطب عالم محبوب ربانی حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے اپنے لیے ایک عظیم سعادت سمجھا اور لبیک کہتے ہوئے کمر ہمت باندھی۔ اس زمانے میں تحریک پاکستان پورے عروج پر تھی اور آنجناب کی خانقاہ معلیٰ آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت پشاور اس تحریک کا ہیڈ کوارٹر تھی۔ ملک بھر سے مسلم لیگ کے وفود آ کر یہیں ٹھہرا کرتے جن میں بڑے بڑے اکابر علماء و مشائخ اہلسنت بھی ہوا کرتے تھے۔[١]

قبلہ مولوی جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ماہ محرم الحرام ١٣٦٢ھ/فروری ١٩٤٣ء کو اپنی خانقاہ عالیہ پر اہل پشاور کا ایک نمائندہ اجلاس بلایا جس میں ''مجلس میلاد النبی پشاور'' کا قیام عمل میں آیا۔ حاضرین کی پُرزور خواہش و اصرار پر مولوی جی صاحب کے والد ماجد حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی کو اس کا صدر چنا گیا اور غلام ربانی صاحب جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔

ان کی رہنمائی میں اسی سال ماہِ ربیع الاوّل شریف میں جشن عید میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دھوم دھام سے منانے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ خود حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمتہ اللہ علیہ بغیر کسی عہدہ و منصب کے اس تنظیم کے روح رواں بنے رہے اور پھر تاریخ میں اس کے بانی کی حیثیت سے آپ کا نام سامنے آیا۔

چنانچہ آپ کے ایک معاصر دانشور شاعر اور تحریک پاکستان کے رکن علامہ مفتی راشد علوی نے اپنی منظوم کتاب ''قافلہ آزادی'' میں آپ کو شاندار انداز میں خراج تحسین پیش کیا، اس کے صرف تین

---

[١] ان کی تفصیلات راقم الحروف کی کتاب ''حیات حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی'' میں دیکھی جا سکتی ہیں جو ١٩٩٧ء میں شاہ محمد غوث اکیڈیمی یکہ توت نے شائع کی۔

اشعار بطورِ نمونہ ملاحظہ فرمائیں

سید امیر شاہ ہیں وہ قادری بزرگ
اک ذی شعور عالم دین و زکی بزرگ
ڈالی بنائے مجلس میلادِ نبی ہے
ہوتا ہے جس میں ذکر رسول مدنی ہے
میلاد کا نکالتے ہر سال ہیں جلوس
ہوتے ہیں شامل اس میں یہاں سینکڑوں نفوس[1]

روزنامہ ''شہباز'' پشاور لکھتا ہے

''پشاور میں اس نیک رسم کی افتتاح کا سہرا یکہ توت والے جواں بخت وجواں سال سیدزادہ مولانا سید امیر شاہ فانی کے سر ہے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔''[2]

مؤرخ سرحد اور ماہر تعلیم پروفیسر محمد شفیع صابر رقم طراز ہیں:

''آغا سید امیر شاہ وہ پہلے دینی پیشوا ہیں جن کی قیادت میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس اور جلسے شروع کئے گئے۔ کئی سالوں تک یہ جلوس پابندی اور تواتر سے نکلتے رہے۔''[3]

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ محترم حافظ علی احمد جان صاحب کی تاکید پر نو ربیع الاوّل شریف کو جلوس نکالنا شروع فرمایا۔ مجلس میلاد النبی ﷺ کے زیر اہتمام نکلنے والے جلوسوں اور جلسہ کی جدول ملاحظہ فرمائیں

---

[1] راشد علوی، مفتی، قافلہ آزادی، بزم دانشوران پاکستان پشاور، بار اول ۱۹۸۸ء صفحہ ۱۷۵

[2] روزنامہ شہباز پشاور، ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۳ء

[3] شفیع صابر، شخصیات سرحد، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور صفحہ ۱۶۰

پہلا جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء)	بعد از نماز مغرب
دوسرا جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۳ھ (۱۹۴۴ء)	بعد از نماز جمعۃ المبارک
تیسرا جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۴ھ (۱۹۴۵ء)	بعد از نماز ظہر
چوتھا جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۵ھ (۱۹۴۶ء)	بعد از نماز ظہر
پانچواں جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء)	بعد از نماز ظہر
چھٹا جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۷ھ (۱۹۴۸ء)	بعد از نماز ظہر
ساتواں جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۸ھ (۱۹۴۹ء)	بعد از نماز ظہر
آٹھواں جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء)	بعد از نماز ظہر
نواں جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۱ء)	بعد از نماز جمعۃ المبارک
دسواں جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۱ھ (۱۹۵۲ء)	بعد از نماز ظہر
گیارہواں جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۲ھ (۱۹۵۳ء)	بعد از نماز ظہر
بارہواں جلوس	۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۴ء)	بعد از نماز ظہر

ہر سال جلوس آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت سے شروع ہوتا، گیلانی چوک سے گنج، گور گٹھری، تحصیل، بازار کلاں، گھنٹہ گھر، چوک یادگار، بازار بزازاں، قصہ خوانی، جہانگیر پورہ، پری چہرہ، چوک چاہ شہباز، کوچی بازار اور چوک ناصر خان سے ہو کر مُنڈی بیری میں اختتام پذیر ہوتا اور یہاں پر عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا کرتا تھا۔ اس موقع پر پورا پشاور شہر بھرپور طریقے سے شمولیت فرماتا۔

جلوس کی گزرگاہ کو نہایت ہی خوبصورتی سے سجایا جاتا اور جگہ جگہ نیازِ رسول تقسیم ہوتی۔ ہر محلہ سے اہل پشاور کی ٹولی ذکر جہر اور نعت خوانی کرتی ہوئی آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان آتی اور جلوس میں شامل ہوا کرتی۔

نیز میونسپل کمیٹی پشاور کی حدود میں قائم اٹھارہ تعلیمی اداروں کے طلباء اپنے اساتذہ اور ہیڈ ماسٹرز و پرنسپل صاحبان کی معیت میں نعت خوانی کرتے ہوئے شامل ہوتے جبکہ پشاور شہر اور کینٹ کے بازاروں

کی چھبیس تنظیمیں بھی باقاعدگی سے شامل ہوا کرتی تھیں۔ پشاور کے عوام کے ساتھ اکابر سادات کرام اور علماء ومشائخ نیز ان کے خلفاء بھی شامل ہوتے۔

ان میں سے چند نمایاں حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں

حضرت شیخ المشائخ خواجہ سید عبدالستار شاہ بادشاہ قادری چشتی نظامی ترمذی، حضرت آغا سید تجمل جان قادری چشتی گیلانی، حضرت پیر سید شریف حسین شاکر قادری چشتی بغدادی، حضرت عارف باللہ پیر سید غلام دستگیر شاہ، حضرت آغا سید سکندر شاہ (صدر انجمن سادات پشاور)، حضرت علامہ حافظ علی احمد جان نقشبندی (خلیفہ مجاز حضرت سید پیر جماعت علی شاہ صاحب)، حضرت علامہ حافظ گل فقیر احمد چشتی گولڑوی (خلیفہ مجاز اعلی حضرت پیر سید مہر علی شاہ)، حضرت علامہ مفتی سرحد سید حبیب شاہ گیلانی (خطیب جامع مسجد مہابت خان پشاور)، حضرت آغا سید چمن شاہ صاحب حیدری قلندری، جناب میاں محمد بخش چشتی میروی (خلیفہ میرہ شریف)، جناب غلام محمد چشتی (خلیفہ گڑھی افغانان شریف)، جناب عبدالحمید وامیر محمد اور نذیر محمد (خلفاء اکوڑہ خٹک شریف)، جناب شیخ رحیم بخش صاحب چشتی (خلیفہ تونسہ شریف)، خلیفہ شیر محمد صاحب نوشاہی، غلام جیلانی نیازی جنرل سیکرٹری بزم نیازیہ پشاور، حضرت خواجہ محمد عارف صاحب سیکرٹری خدام الصوفیاء پشاور۔

خطباء: ملک بھر سے چوٹی کے علماء اس موقع پر جلسہ سے خطاب فرمایا کرتے تھے ان میں سے چند حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت علامہ عبدالحامد صاحب بدایونی، حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ (ناظم اعلی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور)، حضرت سید ابوالحسنات سید محمد احمد شاہ (خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور)، حضرت سید عارف اللہ شاہ میرٹھی (خطیب مرکزی جامع مسجد راولپنڈی)، حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے لاہور، حضرت مولانا عبدالغفور ہزاروی وزیر آباد، حضرت مولانا حکیم غلام الدین لوکوشیڈ لاہور، حضرت مولانا غلام دستگیر ترنم لاہوری، حضرت مولانا قاری احمد حسن گجرات، حضرت مولانا صفدر حسین پشاور،

حضرت مولانا عبد الغفور خطیب جامع مسجد سیٹھیان پشاور، حضرت مولانا عبد الحلیم اثر افغانی، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری صاحب بنوریہ ٹاؤن کراچی۔

معروف نعت خوان اعظم چشتی صاحب لاہور سے ہر سال باقاعدگی سے تشریف لایا کرتے تھے۔

یہ نورانی وروحانی سلسلہ جشن میلاد النبی ﷺ بارہ سال تک ۱۹۴۳ء تا ۱۹۵۴ء یونہی جاری رہا۔ یہاں سے تک کہ پشاور شہر کی ایک سماجی وسیاسی شخصیت آغہ سید ظفر علی شاہ نے ''ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور'' قائم کیا اور ماہِ محرم الحرام میں سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں یکم تا دس محرم تک جلسوں کے انعقاد کا اعلان فرمایا۔

نیز ماہ ربیع الاوّل شریف میں یکم تا بارہ ربیع الاوّل جلسوں اور بارہ ربیع الاوّل شریف کو جلوس نکالنے کا عزم ظاہر فرمایا تو قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مجلس میلاد پشاور'' تحلیل فرمادی اور اس کی تمام شاخوں کو تاکید فرمائی کہ اب سب نے ''ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور'' کا ساتھ دینا ہے کیونکہ ہمارا مقصد پورا ہو چکا ہے، اہل پشاوران بارہ سالوں میں حب رسول اللہ ﷺ سے پوری طرح سرشار ہو چکے ہیں۔ ماہ ربیع الاوّل میں غم وسوگ کا تصور جشن میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں تبدیل ہو گیا ہے۔ چونکہ آغہ سید ظفر علی شاہ نے ''ادارہ تبلیغ الاسلام'' کے زیر اہتمام یہ کام زیادہ وسیع بنیادوں پر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے لہٰذا ہم اس نیکی کے کام میں ان سے بھرپور تعاون کریں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ''ادارہ تبلیغ الاسلام'' کے پلیٹ فارم سے ۱۹۵۵ء میں جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ کے جلوس میں مولوی جی صاحب نے بھرپور شمولیت فرمائی۔ اس جلوس کی دعا قبلہ مولوی جی صاحب ہی فرماتے تھے۔

آج کل آغہ سید ظفر علی شاہ کے صاحبزادے سید ظاہر علی شاہ صاحب اپنے والد کی جگہ بحیثیت صدر ادارہ تبلیغ الاسلام فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے وسجادہ نشین سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی بارہ ربیع الاوّل کے جلوس کی اختتامی دعا فرماتے ہیں۔

کوئی تجھ سا، تیرے سوا نہ ہوا

محمد اعظم چشتی

کوئی محبوب کبریا نہ ہوا
کوئی تجھ سا، تیرے سوا نہ ہوا

کون ہے اس کا، تو نہیں جس کا
اور کس کا ہے جو تیرا نہ ہوا

حق نے کب تیری بات ٹالی ہے
کون سے دن تیرا کہا نہ ہوا

تجھ سے کس کس نے بے وفائی نہ کی
تجھ سے کس شخص کا بھلا نہ ہوا

ہم پہ وہ کتنا مہرباں ہو گا
جس سے دشمن کا دل برا نہ ہوا

حاصل بندگی تھا وہ سجدہ
جو تیری ذات کو روا نہ ہوا

تھی یہی غایتِ حیات اعظم
پھر بھی مدحت کا حق ادا نہ ہوا

میلاد شریف کی تبسم آرائیاں

حافظ محمد شاہد ودود قادری

کائنات کی خشتِ اوّل نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، ہستیٔ رنگ و بو کی رنگینیاں اور جملہ دلکشیاں صدقۂ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، شمس وقمر کی ضیاء باریاں اور کواکب کی تنک تابی محتاجِ تجلائے حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، گلوں کو نکہت، دھنک کو رنگت، آفتاب کو صباحت اور ماہتاب و نجوم کو ملاحت کا عطا ہونا رہین حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ بقول حضرت مولانا کوثر نیازی رحمۃ اللہ علیہ

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسول ہے
یہ کہکشاں حضور کے قدموں کی دھول ہے

وہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آدم علیہ السلام کے انگوٹھوں میں ظاہر ہوا، جو صلبِ ابراہیم و پشت اسماعیل علیہما السلام سے ہوتا ہوا پیشانیٔ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ میں چمکا۔ جو چارۂ دیدۂ یعقوب علیہ السلام بنا، جس نور نے حسن یوسف علیہ السلام کو خیرات دی اور جو بالآخر پہلوئے آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا سے جب ہویدا ہوا تو زبان سے نطق نے بوسے لیے

آن ختم رسل امیر ایوان وجود
دارائے سریر حسن و سلطان وجود
از باب کتاب آفرینش پرسی
آن نام محمد است عنوان وجود

یعنی وہ جو تمام انبیاء علیہم السلام پر آخری مہر ہیں، وہی وجود کے محل (کائنات) کے دولہا ہیں۔ وہی اس کائنات کے مرکز اور خوبصورتی کے تخت پر جلوہ فرما ہیں۔ دنیا کی ابتداء کی کتاب سے اگر تو پوچھیں تو (جواب ملے گا کیا کہ) وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا اسم گرامی ہے جو عنوان ہستی ہے۔

''نور'' کے معنی روشنی کے ہیں اور یہ ''ظلمت'' کی ضد ہے۔ جب ظلمت (اندھیرے) کی کالی گھٹائیں جہالت کا مینہ برسا رہی تھیں تو نور نے جلوہ گری کر کے ظلمت فروشی کے سارے کے سارے اڈے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو گویا بے جان سی کائنات میں جان آ گئی، بیمار روح کو مسیحا مل گیا، پژمردگی پر بہار آ گئی، بے سہاروں کو سہارا مل گیا، یتیموں کو ملجا و ماویٰ نصیب ہوا، اخلاقیات کی ہچکولے کھاتی کشتی کو شائستگی و شرافت کا ساحل نصیب ہوا، خود پرست خدا پرست بن گئے۔

نفرتیں پالنے والے محبتیں بانٹنے والے بن گئے، جاہل عالم بن گئے، اصنام خود تراشیدہ سے لو لگانے والے خدا کے عاشق بن گئے، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے والے ان کی زندگیوں اور عصمتوں کے امین و محافظ بن گئے، رشتوں کو تمیز نصیب ہوئی، گویا دیدۂ کور کو بینائی مل گئی۔

خدا کا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی برہان بن کر، خدا کی زبان بن کر، خدا کی شان بن کر اور خدا کا نشان بن کر انسان کو اس کی تخلیق کی معراج تک لے گیا۔ آدم تا عیسیٰ معصوم انبیاء و رسل علیہم السلام کی آرزو خدا کی تخلیق کا بے بدل شاہکار بن کر فاران کی چوٹیوں سے مثل خورشید ضوفگن ہوا۔

''مسدس مد و جزرِ اسلام'' میں خواجہ الطاف حسین حالی نے کیا خوب منظر کشی کی ہے

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی | عرب کی زمیں ساری جس نے ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی | اک آواز میں سوئی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا | حقیقت کا گُر ان کو اک اک بتایا
زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا | بہت دن کے سوئے ہوؤں کو جگایا

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر

وہ سارا کمال تو اس فخر بشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جس نے بے بصر بشر کو روشنیوں کا ہالہ عطا فرمایا، جس نے قطرے کو دریا، بندے کو مولا اور ذرّے کو ہمدوشِ ثریا کر دیا۔ وہ شان صرف اسی نظر ہی کی تھی جو ابو بکر پر پڑی تو انہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنا گئی، عمر کو نصیب ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنا گئی، عثمان کو ملی تو غنی اور ذی النورین رضی اللہ عنہ بنا گئی، علی کا مقدر ٹھہری تو انہیں نفس رسول اور کرم اللہ وجہہ الکریم بنا گئی، بے زر کو ابوذر رضی اللہ عنہ، گداؤں کو تونگر، فقیروں کو سکندر اور بے نصیبوں کو اربابِ مقدر بنا گئی۔ اتنا عظیم یاور، اتنا بے نظیر ناصر اور اتنا بے عدیل حامی نہ تو کبھی کسی نے دیکھا اور نا ہی سنا۔

بات صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و مددگاری پہ ہی موقوف نہیں بلکہ بطور ''قاسم'' بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی یکتا نظر آئے۔ رب تعالیٰ عطا فرما تا رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقسیم فرماتے رہے ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستان مبارک ازل ہی سے رب کے خزانوں میں ہیں۔ بقول حضرت محمد اعظم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

کسی کو کچھ نہیں ملتا تیری عطا کے بغیر
خدا بھی کچھ نہیں دیتا تیری رِضا کے بغیر
کہو گدا سے نہ دست طلب دراز کرے
یہ در وہ ہے جہاں ملتا ہے التجا کے بغیر

حدیث روزِ محشر میں ہے اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمائے گا **کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد** یعنی یہ سب میری رِضا چاہتے ہیں اور اے محبوب میں تمہاری رِضا چاہتا ہوں (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۱۴، بحوالہ تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ، البقرہ تحت الآیہ ۸۲ / ۲، ۱۴۳)

اور حد تو یہ ہے کہ میرے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان گوہر بار پر کسی طالب کے طلب کرنے پر کبھی بھی ''لا'' (نہیں) کا لفظ آیا ہی نہیں۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''لا'' کہا ضرور مگر برائے شہادت الوہیت خداوندی

نرفت ''لا'' بزبانِ مبارکش ہرگز
مگر باشهد ان لا اله الا الله

اتنا مہربان، اتنا رؤف و رحیم، اتنا کریم، اتنا لجپال، اتنا اکرم الخلق نبی ﷺ جس امت کو نصیب ہوا ہے تو اس کے میلاد کے چرچے گلی گلی، کوچہ کوچہ، نگر نگر، قریہ قریہ کرنا تو اس امت پر فرض عین بنتا ہے لیکن افسوس کے جب میلاد کی بات آتی ہے تو ناقدین کبھی بدعت، کبھی اسراف اور کبھی کبھار تو شرک جیسے دلسوز کلمات سے مضطرب کر دیتے ہیں۔ لیکن قدرت خداوندی دیکھیں کہ لیبل ساز فیکٹریاں جیسے جیسے بڑھ رہی ہیں اس سے کئی گنا تیز رفتاری اور سرعت کے ساتھ رب کی معجز کتاب قرآن مجید فرقان حمید، برہان رشید کا یہ جملہ میرے آقا کریم ﷺ کے مقام و مرتبے کو بلند سے بلند تر کر کے انہیں عملی ثبوت مہیا کر رہا ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى بقول صفی لکھنوی

اس دین کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

افسوس تو ان کی عقل پر ہوتا ہے کہ اپنے معمولات، اپنے تہواروں اور اپنی رسومات کی بجا آوری میں نہ تو ان کو کہیں بدعت دکھائی دیتی ہے، نہ اسراف نظر آتا ہے اور نہ ہی کہیں شرک۔ بدعت کے طعنے کا جہاں تک تعلق ہے تو سوال یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کو ہزاروں من عرق گلاب اور آب زم زم سے غسل دینا، بخاری شریف کے دورے کرنا، تبلیغی اجتماعات کا انعقاد کرنا، مساجد میں ضرورت سے زیادہ لائٹس کی تنصیب اور اس طرح کی دیگر کئی چیزیں کیا بدعت کے زمرے میں نہیں آتیں؟

ہم میلاد مصطفیٰ ﷺ منا کر چرچا کرتے ہیں اور جب چرچا ہوتا ہے تو اس پر خرچہ ہونا فطری امر ہے۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا مبارک مہینہ شروع ہوتے ہی اسراف نہ کرنے کے بھاشن سننے کو ملنا شروع ہو

جاتے ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ کسی مفلوک الحال کو گھر میں راشن ڈال دیں، کسی بیوہ کی مدد کر دیں، کسی غریب کنواری لڑکی کا گھر بسا دیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے بچوں کی شادیوں پر ایسی سوچ کیوں نہیں رکھی جاتی؟ اگر میلاد کا خرچہ ہی اسراف اور گناہ ہے تو ہر سال عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے جانوروں کی خریداری پر لاکھوں روپے کیوں صرف کیے جاتے ہیں؟ آقا ﷺ نے اپنی ظاہری عمر عزیز میں فقط ایک حج ادا فرمایا تھا جبکہ ہمارے ہاں معترضینِ میلاد کی صف میں آپ کو کئی ''الحاج'' نظر آئیں گے۔

اگر ان باتوں کا جواب یہ ملے کہ حج وعمرہ اور قربانی تو احکاماتِ خداوندی ہیں تو یاد رہے کہ میلاد منانا بھی عین ارشادِ ربانی ہے جو قرآنی نصوص سے ثابت ہے، مثال کے طور پر اللہ رب العزت فرماتا ہے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس: ۵۸)

ترجمہ: فرما دیجئے (یہ سب کو) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث (جو بعثت محمدی ﷺ کے ذریعے ہم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔

دوسری جگہ تحدیث نعمت کا ذکر فرمایا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ: ۱۱) یعنی اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں۔ اس کے بعد ایک قبیح اور نازیبا الزام لگایا جاتا ہے ''شرک'' کا کہ آپ مقام مصطفیٰ ﷺ کو بیان کرنے میں تجاوز کرتے ہیں۔ اس الزام کا ایک سادہ مگر جامع جواب یہ ہے کہ آپ وہ حد بتا دیں جو مقام مصطفیٰ ﷺ کا تعین کرے۔ واللہ ہم اس سے آگے نہیں جائیں گے۔ بقول منور بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

وہ خدا نہیں بخدا نہیں، وہ مگر خدا سے جدا نہیں
وہ ہیں کیا، مگر وہ ہیں کیا نہیں، یہ محب حبیب کی بات ہے

آخر میں یہی عرض ہے کہ بجائے رخنہ اندازی کرنے کے، حضور ﷺ کے میلاد کے پلیٹ فارم پر آکے حضور کی ذات وصفات کا ذکر کریں، حضور ﷺ کے کمالات کا ذکر کریں، حضور ﷺ کے جمال کا ذکر کریں، حضور ﷺ کے خصال کا ذکر کریں، حضور ﷺ کی آل کا (باقی صفحہ ۵۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

قادیانیت پر ایک مختصر تبصرہ[۱]

حضرت مولانا مفتی فیض احمد صاحب فیض
سابق خطیب دربارِ عالیہ گولڑہ شریف

تحریک قادیانیت حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں شروع ہوئی جس کا اصل مقصد آنحضرت ﷺ کی رسالت کو نشانہ بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے آپ کی قدر و منزلت کو نکالنا، دین اسلام کے ارشادات، ان کے مطالب میں اس طرح کاردوبدل کرنا تھا کہ مخالفین کو اپنے عزائم کی تکمیل میں مدد مل سکے۔

آنحضرت ﷺ کی رسالت کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے بعد رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ مسلمہ طور پر اللہ کے آخری نبی تھے۔ آپ ﷺ کی شریعت اس دنیا کے لیے خدا کی آخری شریعت تھی۔ اس شریعت میں اتنی وسعت رکھی گئی تھی کہ قیامت تک کے لیے پیش آنے والے انسانی مسائل کا حل اس میں موجود تھا۔ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی خبر قرآن کریم میں نہایت وضاحت اور غیر مبہم الفاظ میں دی گئی ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:۴۰)

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے (سلسلے کو) ختم کرنے والے ہیں۔

اور متعدد احادیث مبارکہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً صحیح مسلم بروایتِ سعد رضی اللہ عنہ حدیث طویل کے ضمن میں مذکور ہے رسول اللہ ﷺ نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میرے ساتھ ایسے ہو جیسے موسیٰ کے ساتھ ہارون لیکن (نبوت کا لقب تمہیں نہیں مل سکتا) میرے بعد نبوت نہیں۔

---

[۱] یہ مضمون حضرت مولانا فیض احمد صاحب فیض کی تالیف ''مہر منیر'' سے لئے گئے مختلف اقتباسات پر مشتمل ہے۔

مسلمانوں کے سارے مکاتب فکر ختم نبوت کے مسئلے پر اس وقت تک کاملاً متفق تھے جب تک بانی قادیانیت نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔اس کی ابتدا بھی انہوں نے عجیب انداز میں کی۔قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے سلسلے میں یہ ذکر ہے کہ ان کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ وفات پا گئے۔مگر وہ غلطی پر تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا۔یہ تذکرہ سورہ النساء کی آیت میں ان الفاظ میں ہے

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (۱۵۷) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (۱۵۸)

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہیں قتل کیا اور نہ ہی صلیب چڑھایا مگر اس کی شبیہ کو اور جو اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ بھی بے خبر ہیں۔ان کے پاس سوائے ظن کے اور کوئی دلیل نہیں۔انہوں نے ہرگز اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنے پاس اٹھا لیا اور خدا غالب ہے حکمت والا۔

صحیح مسلم کی احادیث مقدسہ میں آثار قیامت کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے ارشادات موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت سے کچھ عرصہ پہلے دنیا میں شر وفسادات بے انتہا ہوں گے اور دجال نامی ایک شخص کا ظہور ہوگا جو اپنے جادو اور شیطانی قوتوں کی امداد سے ایک وسیع قطعہ زمین پر قبضہ کر لے گا اور ایمان رکھنے والوں پر دائرہ حیات تنگ کر دے گا۔اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید مینارا کے قریب آسمان سے اتریں گے اس حال میں کہ آپ کے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے۔آپ آ کر دجال کو قتل کریں گے اور دنیا میں اسلام، ایمان اور امن کا بول بالا کریں گے اور پھر سات سال یہاں زندہ رہنے کے بعد وفات پا کر مدینہ شریف میں حرم پاک میں دفن ہوں گے۔آپ کے ظہور سے پہلے بنی فاطمہ میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا اور لقب مہدی اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت ان کا استقبال کرے گا اور پہلی نماز یہ دونوں

حضرات مل کر پڑھیں گے۔ اس میں وہ عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں دنیا کو کفر و الحاد کے اثرات سے پاک کرنے میں امداد دے گا۔

چنانچہ ان احادیث مبارکہ میں صحیح سال کا تعین نہیں ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کئی ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر قبل اس کے کہ وہ کسی عیسیٰ کا استقبال کرتے وہ خود اس دنیا سے اٹھ جاتے رہے۔ بانی قادیانیت نے ان مدعیان سے ذرا مختلف طریقہ اختیار کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے علماء سلف کے اس عقیدے کو غلط بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور وہی پھر زمین پر واپس آئیں گے۔ ان کے نظریے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے میں ہی انتقال فرما گئے تھے اور قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والا شخص محض مثیلِ مسیح ہوگا۔ اس نظریے کی اشاعت کے ساتھ اسی مثیلِ مسیح کا دعویٰ کر کے خود کو مسیحِ موعود قرار دے دیا۔ اس ابتدا سے وہ ظلی نبوت کی طرف بڑھے اور بالآخر اپنے اصلی نبی ہونے کا اعلان کر کے امت مسلمہ کے اس عقیدے پر ضرب لگائی جس سے وہ تیرا سو سال سے مکلف تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

مسیح موعود سے نبوت تک: مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر تقریباً دس سال قائم رہے اور پھر ختم نبوت کے معروف اسلامی نظریہ کو (جس کے وہ خود بھی معتقد رہے تھے) غلط قرار دے کر ۱۹۰۱ء میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کی تقریب یہ ہوئی کہ اگست ۱۹۰۱ء میں ایک روز مرزا صاحب کے خطیب مولوی عبدالکریم نے جمعہ کے خطبہ میں انہیں نبی اور رسول کہا۔ نماز کے بعد سید محمد احسن امروہوی قادیانی خطیب سے جھگڑتے رہے۔ انہوں نے اگلے جمعہ میں پھر یہی الفاظ دہرائے اور امروہوی صاحب کے تیور کو پہچان کر نماز کے بعد مرزا صاحب کا دامن پکڑ لیا اور کہا میں آپ کو نبی اور رسول مانتا ہوں، اگر میں غلطی پر ہوں تو حضور مجھے درست فرمائیں۔ اس پر مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ یہ سن کر سید محمد احسن غصہ میں بھرے ہوئے واپس آ گئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے۔ جب مولوی عبدالکریم وہاں پہنچے تو

سید صاحب ان سے لڑنے لگے، آوازیں بلند ہوئیں تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (مسلمانوں اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو)۔ (الفضل قادیان، ۴ جنوری ۱۹۲۳ء و رسالہ فرقانِ قادیان بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء)

مرزا صاحب ۱۸۹۱ء سے نبی کا لقب اختیار کرنے میں مذبذب تھے۔ انجام آتھم ۱۸۹۷ء میں ہے

''الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آتا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔''

یعنی اس سے قبل ''خدا کا فرستادہ''، ''مامور''، ''امین''، ''مثیل مسیح''، ''مہدی معہود''، ''مسیحِ موعود''، کے القابات استعمال ہو رہے تھے لیکن نبی و رسول کہلانے میں مرزا صاحب کو تردد تھا۔ اُس روز خطیب صاحب کی عقیدت نے ختم نبوت کی فولادی دیوار کو بھی راستے سے ہٹا دیا اور مرزا صاحب نے زبان و قلم سے بصراحت نبوت کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔

''میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں یا کیونکر اس کے سوا کسی سے ڈروں۔'' (ایک غلط فہمی کا ازالہ، نومبر ۱۹۱۰ء)

ختم نبوت کے خلاف انوکھے استدلال: مرزا صاحب نے ''براہین احمدیہ'' حصہ چہارم اور ''ازالہ اوہام'' اور ''حمامتہ البشریٰ'' وغیرہ کتابوں میں جناب نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو محال اور وعدہ الٰہی کے خلاف بتایا تھا مگر جب اپنی نبوت کے اثبات کی ضرورت پیدا ہوئی تو سابقہ اقوال کی تردید میں ایسے استدلال لانے لگے جن سے اسلامی ذہن کبھی دو چار نہ ہوا تھا۔ چنانچہ ''براہین احمدیہ'' حصہ پنجم ۱۹۰۵ء میں لکھتے ہیں

''ایسا نبی کیا عزت اور کیا مرتبہ اور کیا تاثیر اور کیا قوتِ قدسیہ اپنی ذات میں رکھتا ہے جس کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے صرف اندھے اور نابینا ہوں اور خداوند تعالیٰ

اپنے مقالات ومخاطبات سے ان کی آنکھیں نہ کھولے، یہ کس قدر لغواور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وحی الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اور آئندہ قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں، صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔ جو کچھ ہے قصے ہیں اور کوئی اگر اس کی راہ میں جان بھی فدا کرے، اس کی رِضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کرے تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔۔۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانے میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا۔ میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔‘‘

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں: مرزا صاحب کے بہت سے الہامات پیش گوئیوں کی شکل میں ہیں جنہیں وہ اپنی صداقت کا معیار اور نشان قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض پیش گوئیاں مرزا صاحب کی تاویلات اور اصل واقعات کے ساتھ بلاکم وکاست درج کی جاتی ہیں۔

۱: بذریعہ الہامِ الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے یہ نام بذریعہ الٰہی معلوم ہوئے، بشیر الدولہ، عالم کباب، شادی خان، کلمۃ اللہ خان (البشریٰ جلد دوم)

نوٹ منجانب مؤلف ’’البشریٰ‘‘ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ پیش گوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی۔ گو حضرت اقدس نے اس کا وقوعہ محمدی بیگم کے ذریعہ فرمایا تھا مگر چونکہ وہ فوت ہو چکی ہیں اس لیے اب تخصیص نام نہ رہی، بہر صورت یہ پیش گوئی متشابہات میں سے ہے۔ (’’البشریٰ‘‘ جلد دوم، مجموعہ الہاماتِ مرزا صاحب، مولفہ بابو منظور الٰہی قادیانی لاہوری)

اس کے مطابق مرزا صاحب نے خود ’’حقیقۃ الوحی‘‘ میں لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام بشیر الدولہ اس

وجہ سے تھا کہ اس نے ہماری ترقی کے سلسلہ کے لیے بشارت ہونا تھا اور عالم کباب اس وجہ سے کہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی اور لکھتے ہیں کہ یہ لڑکا قیامت خیز زلزلے کا پیش خیمہ تھا مگر میں نے دعا کی اور اس زلزلے میں تاخیر ڈال دی گئی۔ چنانچہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جو بشارت ہے کہ زلزلے میں تاخیر ڈال دی ہے۔

۲: جب مرزا صاحب کا لڑکا مبارک احمد فوت ہوا تو ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام فرمایا انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك یعنی ایک حلیم لڑکی کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ (اشتہار مرزا صاحب، ۵ نومبر ۱۹۰۷ء مندرجہ "تبلیغ الرسالت" جلد دہم)۔

لیکن اس کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۳: ایک عمر رسیدہ عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کے ساتھ مرزا صاحب نے مناظرہ کیا تھا۔ بعد مناظرہ ۵ جون ۱۸۹۳ء کو آپ نے اپنا ایک الہام شائع کر کے اعلان کیا کہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرا دیا جائے گا بشرطیکہ اس نے اسلام قبول نہ کر لیا اور لکھا اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی تو میں ہر ایک سزا کے لیے تیار ہوں۔

"مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دی جائے۔"

لیکن وہ ضعیف آدمی پیش گوئی کی مدت الاختتام یعنی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے بعد بھی کئی سال تک زندہ رہا اس لیے ابتداً مرزا صاحب نے یہ پوزیشن اختیار کی کہ وہ دل میں مسلمان ہو گیا ہے مگر جب اس نے امرتسر وغیرہ میں جلسے کر کے اپنے دل میں مسلمان ہونے کی تردید کی تو مرزا صاحب نے یہ پہلو اختیار کیا کہ پیش گوئی کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی، ہاویہ سے مراد ذلت تھی جو اسے کفر میں مبتلا ہونے کے باعث نصیب ہو رہی ہے۔

۴: مرزا صاحب نے ۱۸۸۶ء میں اپنے ماموں زاد بھائی مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی خواستگاری کی تھی۔ ان کی عمر اس وقت ۴۶ برس کی تھی اور وہ لڑکی بمشکل ۱۲، ۱۳ سال کی تھی۔

۱۸۸۸ء میں انہوں نے اپنا الہام شائع فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ زَوَّجْنَا لَهَا میں نے اسے تیری زوجہ بنا دیا ہے۔ باکرہ یا بیوہ ہو کر بہر حال تیری زوجیت میں آئے گی۔ اگر کہیں اور اس کا نکاح کیا گیا تو اس کا خاوند اڑھائی سال اور والد تین سال کے اندر فوت ہو جائیں گے۔

محمدی بیگم کے والد تو اس معیاد کے اندر فوت ہو گئے مگر وہ خود اور اس کا خاوند مرزا سلطان محمد خود مرزا صاحب کے بعد بھی بہت عرصہ تک زندہ رہے۔ مرزا صاحب اس پیش گوئی کے سلسلے میں اس قدر آگے چلے گئے تھے کہ واپسی کا دروازہ یا راہ گریز نہ رہا تھا۔ ''انجام آتھم'' ۱۸۹۷ء میں لکھتے ہیں

''میں اس پیشین گوئی کو اپنے صدق اور کذب کا معیار ٹھہراتا ہوں اور میں نے اس وقت تک یہ بات نہیں کہی جب تک مجھ کو اپنے ربّ کی طرف سے اس بات کی اطلاع نہیں دی گئی۔۔۔۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی دامادِ احمد بیگ کی موت تک تقدیر مبرم اس کا انتظار کرو۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہو گی اور میری موت آجائے گی۔''

مرزا صاحب نے ستم بالائے ستم یہ کیا کہ اس نکاح کی پیش گوئی حدیث شریف سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی

''اس پیش گوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے پیش گوئی فرمائی تھی۔ **یتزوج و یولد له** یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور صاحب اولاد ہو گا۔ اب ظاہر ہے تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطورِ نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔'' (مرزا کا اشتہار، ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء)

مرزا صاحب البتہ یہ بھول گئے کہ تزوج اور اولاد سے اس حدیث شریف میں ذکر کا خاص مقصود یہ تھا کہ مسیح ابن مریم نے رفع آسمانی سے قبل نکاح نہیں کیا تھا اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیاہ کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔ حکیم نورالدین نے مرزا صاحب نے انتقال کے بعد "ریویو آف ریلیجنز" ماہِ جون جولائی ۱۹۰۸ء میں اس پیش گوئی کی یہ تاویل کی کہ مرزا صاحب کی اولاد میں سے کوئی شخص محمدی بیگم کی اولاد میں سے کسی لڑکی سے نکاح کریگا۔

قادیانیت کے پس پردہ کارفرما قوتیں: یہ اندازہ لگانا کہ مرزا صاحب کی تحریک کے پس پردہ کون سی اسلام دشمن طاقتیں کارفرما تھیں مشکل نہیں ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز حکومت ہندوستانی مسلمانوں سے بدظن ہو چکی تھی مگر مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر ان کی خاص نظر عنایت تھی۔ انہوں نے دیگر مسلمان زعماء اور علماء کے خلاف درج ذیل قسم کی درخواستیں اور محضر نامہ حکومت کو ارسال کیے جن سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے خاص حاشیہ بردار تھے۔

"چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں ۔۔ لہٰذا یہ نقشہ اس غرض کے لیے تجویز کیا گیا ہے کہ تا اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں ۔۔۔ جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں ۔۔۔ لیکن ہم گورنمنٹ میں باادب گزارش کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری حکیم مزاج گورنمنٹ بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان یہ ہیں۔" (مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر بعنوان "قابل توجہ گورنمنٹ"، مندرجہ "تبلیغ رسالت"، جلد پنجم)

اور جب دیکھا کہ آزادی ملک اور حصولِ اقتدار کی دوڑ میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ برسرپیکار ہیں تو اپنی جماعت کے حق میں ہندوؤں کو ہموار کرنے کے لیے ان کی پُستکون اور رشی منیوں کی تعریف میں لکھنا اور لیکچر دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ نومبر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ کے مقام پر ایک لیکچر میں ہندو پبلک کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں

''اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کی کسی رِشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدر اترتا تھا۔۔۔ خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا'' ہے کرشنا رودر گوپال! تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔''

برطانیہ کی اطاعت ''نصف ایمان'': اپنی کتاب ''شہادت القرآن'' میں حکومت برطانیہ کی اطاعت کو نصف الاسلام قرار دیتے ہوئے مرزا صاحب ''تریاق القلوب'' میں لکھتے ہیں

''میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ان کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کے بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دینے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔''

گویا اسلامی جہاد، دینی عصبیت، قومی غیرت، حب الوطنی اور اخوتِ اسلامی کی تفسیر مرزا صاحب بالفاظ بالا بیان فرما رہے ہیں۔ اس زمانے میں جب مصر انگریزوں کے زیر نگیں آ چکا تھا اور بقیہ اسلامی ممالک اس قوم کے دندانِ آز کا شکار ہو رہے تھے۔ اگر کوئی شخص مرزا کی اس تعلیم کو عیسائی حکومتوں کے لیے عالم اسلام میں کمزوری و انتشار پیدا کر کے ان کے لیے فضاء سازگار سے تعبیر کرے تو کیا غلط ہوگا؟

اس چیز کو امام منتظر کے اسلامی پس منظر سے بھی ملاحظہ فرماتے ہوئے غور فرمایئے کیا مہدی آخر الزمان کے تشریف لانے کا یہی مقصد تھا جو مرزا صاحب مہدی و مسیح بن کر پورا کر رہے تھے یعنی تمام اسلامی دنیا برطانیہ کے زیر اقتدار آ جائے اور تمام روئے زمین پر کہیں کوئی اسلامی حکومت قائم نہ رہے؟

خطبہ ختم نبوت [1]

حضرت قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ

انتخاب: مولانا صادق علی زاہد

مجھے انتہائی خوشی اور مسرت ہے کہ میں آج ختم نبوت کے عنوان پر اس عظیم الشان اجتماع میں جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام منعقد ہو رہا ہے اور جس میں حضور پر نور خاتم الانبیاء والمرسلین رحمت للعالمین، شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے، مستانے اور پروانے ان کا ذکر سننے کے لیے یہاں چلے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے پروانوں کا، مستانوں کا، ہزاروں کا اجتماع ہے۔ اس میں ان کا مرتبہ بیان ہو رہا ہے، ان کا مقام بیان ہو رہا ہے، ان کی عظمت کو دلوں میں جاگزیں کیا جا رہا ہے، ان کی رفعتوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

جن کی عظمتوں کا ذکر خود اللہ رب العالمین نے فرمایا، ان کے ذکر کو ہم بلند کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ ان کے ذکر کو اس سرزمین پر بلند کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں کہ جس سرزمین پر ان کا ذکر معدوم تھا اور اللہ رب العزت کا وعدہ پورا ہوا۔

---

[1] عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک پروگرام میں حضرت قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ نے چنیوٹ کے ساتھ دریائے چناب کے کنارے چناب نگر میں خطاب فرمایا جسے دیوبندی مکتبہ فکر کے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ترتیب دیا۔
مجلس کی دعوت پر شاہ احمد نورانی صاحب آل پاکستان تحفظ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر (۲۰۰۰ء) میں تشریف لائے اور خطاب فرمایا (جو کیسٹ سے اتار کر شائع کیا جا رہا ہے)۔ خطاب ازخود اپنا تعارف ہے اسے پڑھ کر مسرور ہوں اور حلاوتِ ایمانی محسوس کریں۔
جہاں تک عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے حضرت قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ کی انتھک جدوجہد کا تعلق ہے اس سے کوئی بھی باشعور شخص ناواقف نہیں ہے اور ریکارڈ اس پر گواہ ہے جبکہ ایک ریکارڈ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں بھی محفوظ ہے۔ ہم یہ خطاب مجاہد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا صادق علی زاہد حفظہ اللہ کے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں کہ انہوں نے ہمیں ڈاک کے ذریعہ بھجوایا۔ قائد ملت اسلامیہ امام شاہ احمد نورانی صدیقی کی ساری زندگی نسل در نسل تحفظ عقیدۂ ختم نبوت میں گزری۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔۔۔ آمین! (محبوب الرسول قادری)

ابھی حضرت علامہ مولانا اللہ وسایا صاحب نے (میرا) ذکر (خیر) فرمایا ہے۔ میں ایک گنہگار، سیاہ کار ہوں، بدکار ہوں، آپ سب نیکوں اور پرہیزگار لوگوں کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قومی اسمبلی میں پاکستان کی جو جنگ لڑی گئی، آپ کے اور ہمارے اسلاف نے جو اس سلسلے میں عظیم قربانیاں دیں۔ تحریک ختم نبوت کی قربانیوں نے صحابہ کرام کی یاد تازہ کر دی۔ لاہور کی گلیاں اور سڑکیں اور پاکستان کی گلیاں اور سڑکیں جس طرح سے ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء اور ۱۹۷۴ء میں خون سے نہاتی رہیں، یہ وہ عظیم قربانی تھی، یہ وہ عظیم قربانیاں ہیں کہ جن کو دیکھ کر صحابہ کی قربانیاں تازہ ہو جاتی ہیں۔

حضور مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے لیے اس طرح سے سینہ تان کر لاہور کی سڑکوں پر پاکستان کے گلی اور کوچوں میں لوگ دیوانہ وار ختم نبوت کے شیدائی بن کر جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روحِ صدیقی رضی اللہ عنہ، روحِ صحابہ رضی اللہ عنہم ان میں سرایت کر گئی ہے جو جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ تمام مجاہدین ختم نبوت کو اپنی رحمتوں کی آغوش میں لے رہا ہے، ان کی قبریں نور سے معمور ہیں۔ وہ شہیدانِ ختم نبوت ہیں، اللہ ان کی قبروں پر ہمیشہ رحمتوں کے پھول برساتا رہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند کرنے کا حق ادا کر دیا۔

عقیدہ ختم نبوت کا بیان ذکر رسول اللہ کو بلند کرتا ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، ان کی محبت، ان کے مرتبے اور ان کے مقام کو بلند کرنے کا ذریعہ ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کی شان اور قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ فرماتا ہے کہ کوئی ذکر مصطفی کرے نہ کرے، کوئی رسول اللہ کا ذکر بلند کرے نہ کرے، ہم نے اپنے رسول کے ذکر کو بلند کر دیا۔ رب العالمین جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

مرزائی سیٹیلائٹ کے ذریعے جھوٹ بولتے ہیں

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مرزائی سیٹیلائٹ کے ذریعے سے دنیا میں شور مچا رہے ہیں۔ مرزائی، جھوٹ جن کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے، سیٹیلائٹ کے ذریعے سے جھوٹ کو پھیلا رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں ہم نے اتنے کروڑوں کو قادیانیت میں داخل کر دیا ہے۔ ابھی آپ کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقتدر علماء بھی اور یہ فقیر اور ورلڈ اسلامک مشن نے ختم نبوت کی کانفرنسز منعقد کیں۔ برطانیہ میں، کینیڈا میں، فرانس میں، جرمنی میں آپ کو اندازہ ضرور ہوگا کہ قادیانیوں کو جس طرح پہلے انگریزوں کی سرپرستی حاصل تھی آج بھی اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ انہیں امریکہ کی سرپرستی حاصل ہے، اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

یورپ جو لوگ جاتے ہیں، امریکہ جو لوگ جاتے ہیں، کینیڈا جو لوگ جاتے ہیں، ان سے جا کر پوچھ لیں کہ مکمل سرپرستی، عیسائی اور یہودی ان کی کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں سیٹیلائٹ اس پروپیگنڈے کے لیے بہت بڑا ہتھیار ہے۔ سیٹیلائٹ کا ہتھیار ہمارے پاس نہیں ہے، سیٹیلائٹ کے ذریعے سے چیلنج دے کر ٹی وی کے ذریعے سے پروپیگنڈے کا ہتھیار ہمارے پاس نہیں ہے، یہ درویشوں کی جماعت ہے اور وہ جھوٹ بول بول کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنے لاکھوں مرتد ہو گئے، اتنے لاکھ ہم لوگوں نے بیعت کر لیے، سراسر جھوٹ ہے۔ جھوٹ بول بول کر یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنے لاکھ مرتد ہو گئے، اتنے لاکھ ہم لوگوں نے بیعت کر لیے، سراسر جھوٹ ہے۔

اسی سیٹیلائٹ پر میں نے سنا جو پچھلے مہینے اجتماع لندن میں ہوا تھا کہ اب افریقہ کے دو بادشاہ بھی مرزائی ہو گئے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے ہم نے پیغام دیا کہ جن دو بادشاہوں کا ذکر کیا آپ نے، ان کے نام ذرا بتاؤ، وہ کون ہیں؟ انٹرنیٹ پر کوئی جواب بھی نہیں آیا۔ افریقہ کے یہ کون بادشاہ ہیں جن کا ہم نام بھی نہیں جانتے۔ ہم تو افریقہ میں پھرتے رہتے ہیں۔ یہ کون سے بادشاہ ہیں جو مرزائیت میں داخل ہو گئے۔ یہ جھوٹ ہے فریب ہے، ان کی بنیاد جھوٹ پر رکھی گئی، مرزائیت کی بنیاد جھوٹ پر رکھی گئی ہے، دجل پر رکھی گئی ہے، فریب پر رکھی گئی ہے، اسی لیے رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

سیاتی من بعدی ثلاثون دجالون کذابون کلھم

یدعی انہ نبی اللہ الا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

یعنی آ گاہ رہو میرے بعد میری امت میں تیس بڑے بڑے دجل، فریب، جھوٹ، فراڈ کرنے والے دجال آئیں گے۔

جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ دجال ہے۔ اس لیے سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، اس سے معجزہ طلب مت کرو۔ اگر معجزہ طلب کیا تو کافر ہو جاؤ گے۔ جھوٹے نبی سے معجزہ طلب کرنا کفر ہے۔ معجزہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بند ہو چکا ہے۔ کرامتوں کا ظہور ہوتا رہے گا، معجزہ نبی کے لیے ہے اور نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نہیں۔ دجال میرے بعد آتے رہیں گے۔ آ گاہ رہو میرے بعد نبوت نہیں ہے، ختم ہو چکی ہے۔

اگر نبوت ہوتی تو کس کو ملتی؟ یہ بھی ایک سوال ہو سکتا ہے تو سبحان اللہ مخبر صادق فرش پر رہ کر عرش کی باتیں کرتے تھے، فرش پر رہ کر عرش کی خبریں دیتے تھے۔ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد آئیں گے تیس دجال۔ اگر آپ کے بعد نبوت ہوتی تو کس کو ملتی **لو کان نبی بعدی لکان عمر** فاروق اعظم ہوتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا **انت منی بمنزلت ھارون من موسیٰ الا انہ لانبوۃ بعدی** اے علی! جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون ان کے بھائی تھے تم بھی میرے بھائی ہو مگر یہ کہ نبوت میرے بعد ختم ہے۔

رسول اللہ کا وہ عظیم المرتبت صحابی جس نے روئے زمین کو **لا الہ اللہ محمد رسول اللہ** سے بھر دیا، جس کی فتوحات کی وجہ سے بتیس ہزار مساجد میں بیک وقت اذان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، وہ فاروق اعظم جن کی تمنا یہ تھی کہ **اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك** کہ اے اللہ اپنی راہ میں شہادت کی موت عطا فرما۔ اتنی چاہت و محبت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے **واجعل موتی فی بلد حبیبك** اور جب موت آئے تیرے محبوب کے دربار میں **بلد حبیبك** تیرے محبوب کے شہر میں آئے۔

تو اگر نبوت جاری ہوتی تو عمر ہوتے رضی اللہ عنہ، علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہوتے مگر وہ صحابہ تھے کہ ان کو معلوم تھا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اب قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھریرا لہراتا رہے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بلند ہوتا رہے گا۔ ذکر ان کا چوبیس گھنٹے ہوتا رہے گا **اذا ذکرتُ ذکرت معی** اے

محبوب جہاں جہاں میرا ذکر ہو گا تمہارا ذکر ضرور ہو گا، ذکر بلند ہو گیا۔ دیکھیں چوبیس گھنٹے ہو رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بھی چوبیس گھنٹے ہو رہا ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ رسول اللہ کا ذکر چوبیس گھنٹے کہاں ہو رہا ہے؟ کیسے ہو رہا ہے؟ مسجد میں آذان ہو رہی ہے، مسجد میں اقامت ہو رہی، مسجد میں نمازیں ہو رہی ہیں، ذکر چوبیس گھنٹے ہو رہا ہے۔ نمازیں بھی چوبیس گھنٹے ہو رہی ہیں۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ نمازیں تو پانچ وقت کی فرض ہیں۔ چوبیس گھنٹے کہاں سے مسئلہ بیان کر دیا۔ چوبیس گھنٹے نمازیں پڑھتے رہو۔ بات یہ ہے کہ آپ نے عشاء کی نماز ختم کر دی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آپ کی اور ہماری نماز کو شرف قبولیت بخشے لیکن ابھی دنیا میں بہت سے مقامات ہیں جہاں نماز عشاء نہیں پڑھی گئی۔ ایسے ہی دنیا میں بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ آپ نے عشاء پڑھی اور انہوں نے فجر پڑھی ان کی فجر ختم ہوئی لیکن دنیا میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں نماز ظہر ہو رہی ہے۔ ان کی ظہر ختم ہوئی تو بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں نماز ظہر ہو رہی ہے۔ ان کی ظہر ختم ہوئی تو بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں عصر ہو رہی ہے کہیں مغرب ہو رہی ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا، اللہ کا ذکر بھی دن رات کے چوبیس گھنٹے کے گردش کے ساتھ ساتھ ہر لحہ اللہ اکبر کی آوازیں آ رہی ہیں، **اشھدان لا الہ الا اللہ** کی آوازیں آ رہی ہیں تو **اشھدان محمداً رسول اللہ** کی بھی آوازیں آ رہی ہیں۔ چوبیس گھنٹے اللہ کے رسول کا ذکر بلند ہو رہا ہے، اللہ نے ان کا ذکر بلند فرمایا۔ اتنا بلند فرمایا کہ نماز پڑھو تو جب تک التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام نہ پڑھو تو نماز نہیں ہوتی۔ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو بلند فرمایا۔ میرے رسول پر سلام بھیجا اور میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو۔ اللہ کا ذکر بھی بلند ہو رہا ہے، رسول اللہ کا ذکر بلند ہو رہا ہے۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہماری جان ہے، اس کا تحفظ ہمارا ایمان ہے۔ یہ دیکھیے آپ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں صحابہ کی شان دیکھیے کہ اس میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح بھی شریک تھے، حضرت

خالد بن ولید بھی شریک تھے اور آپ نے کتابوں میں یہ بھی پڑھا ہوگا اور سنا ہوگا کہ جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ اتمامِ حجت کے لیے گئے کہ دعویٰ نبوت ارتداد ہے، یہ کفر ہے، رسول اللہ کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہے تُو جھوٹا ہے۔ مسیلمہ کے پاس کڑھائی جل رہی تھی، تیل ابل رہا تھا۔ مسیلمہ کذاب کے پاس چالیس ہزار کا ایک لشکر جرار تھا۔ فدائیوں کی ایک جماعت تھی جو قبائلی عصبیتوں کی بنیاد پر جمع ہو گئے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمن جمع ہو گئے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی دشمنی پر جمع ہو گئے تھے۔ مسیلمہ کذاب کے سامنے بڑی جرأت کے ساتھ کہا تو جھوٹا ہے۔ اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھ لے، لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے۔ مسیلمہ نے کہا میرے سامنے اس جرات کے ساتھ بات کرتے ہو۔ تم جیسے لوگوں کو میں آگ میں ڈال دیتا ہوں۔ آگ میں ڈالنے لگے تو کہا کہ کوئی آرزو ہے؟ تو کہا جب جل جاؤں، جسم خاک ہو جائے تو اس خاک کو مدینے کی راہ میں اڑا دینا۔ آپ کی ختم نبوت جس پر غیرتِ ایمانی ہے جس پر جان کی قربانی دینا ضروری ہے جیسے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین رسول اللہ کی عزت و ناموس پر اپنی جان اپنا مال، اپنی اولاد اور زمین کی ہر شے کو جب تک قربان نہ کر دے تو ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید، فرقان حمید میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ آپ نہ پائیں گے ایسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو اللہ تعالیٰ، ختم نبوت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر اور دشمن ہیں ان کے ساتھ محبت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا خانہ کعبہ کے متعلق حکم ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا جو اس میں داخل ہو گیا اس کو امن مل گیا لیکن فتح مکہ کے روز آپ کو بتلایا گیا کہ فلاں آدمی آپ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، عورتوں کو پیسے دے کر آپ کی شان میں ہجو کراتا ہے، گستاخیاں کراتا ہے، وہ خانہ کعبہ کے غلاف میں چھپا ہوا ہے۔ ''صاحب شفا'' قاضی عیاض فرماتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاقتلوہ۔ معلوم ہوا کہ گستاخ رسول کو کعبہ میں بھی پناہ نہیں، قادیانی گستاخ کہتا ہے۔

محمد اتر آئے ہیں ہم میں
اور ہیں پہلے سے بڑھ کر اپنی شان میں
محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

معلوم ہوا جو مقام نبوت کو چیلنج کرتا رہا ہو، اس کو کعبے میں بھی پناہ نہیں دی جا سکتی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے کعبۃ اللہ کے غلاف سے نکالا اور مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان اس کی گردن اڑا دی۔ یہ ہے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ ہے مقامِ ختم نبوت۔ صحابہ کرام پر قربان جایئے جن کے متعلق قرآن فرماتا ہے رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا معلوم ہوا صحابہ کرام جہاد پر یقین رکھتے تھے۔

یہ امت، اُمتِ جہاد، اُمت دو قسم پر ہے۔ اُمت دعوت، اُمت اجابت۔ ہم اُمت اجابت ہیں یعنی اُمت جہاد ہیں۔ حکم یہ ہے وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ اللہ کی راہ میں جیسے جہاد کرنے کا حق ہے، ایسے جہاد کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ جھوٹے مدعیان کے متعلق جہاد کا راستہ ہے۔ مسیلمہ کذاب کے وجود سے زمین کو پاک کیا۔ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ فرماتا ہے وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن لیا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اے نبی کریم کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان پر شدت کیجیے۔ اللہ پاک نے قرآن پاک میں جہاد کی آیتیں اتار کر ایک جہادی اُمت تیار کی۔ یہ قیامت تک رہے گا لا تزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق جو حق کی سربلندی کے لیے جہاد مسلسل کرتی رہے گی اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوتی رہے گی۔ یہ امت جسے امت جہاد قرار دیا گیا تھا اس کے متعلق مرزا غلام کہتا ہے

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اس امت کے متعلق اللہ پاک رب العالمین ارشاد فرماتا ہیں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا جہاد کیسے ہوگا۔ جہاد مال سے، جان سے ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے جہاد ہوگا۔ اعلائے کلمۃ الحق یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا نام کلمے، تکبیروں اور اذانوں میں ان کی عزت وآبرو کا پھریرا بلند رکھا جائے، قادیانیوں کی چھاتیوں پر مونگ دلے جائیں۔

ان کا مرتبہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ لا اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ جن لوگوں نے اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ قیامت کے دن درجات کے اعتبار سے بلند ہوں گے اور وہی کامیاب ہیں۔

جہاد کو انگریز کے خود کاشتہ پودے نے حرام قرار دیا۔ ہم حکومت سے یہ پوچھتے ہیں، جنرل پرویز مشرف سے پوچھتے ہیں آپ کی ہر یونٹ پر لکھا ہوا ہے ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ''۔ فوج کی ہر چھاؤنی پر لکھا ہوا ہے۔ تو ہم حکومت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کا تو ماٹو (نشان) جہاد ہے اور جو جہاد کے منکر ہیں اور اسے حرام کہتے ہیں انہیں فوج میں کیوں بھرتی کر رہے ہیں، انگریز کے ایجنٹوں کو، یہودیوں کے دلالوں کو۔ ان کا مرکز تل ابیب اسرائیل میں ہے انہیں فوج سے نکالا جائے۔ مسجد اقصیٰ کا فرش جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی آج وہ مسلمانوں کے لہو سے لہولہان ہے اور قادیانیوں کو وہاں خصوصی طور پر بسایا گیا۔ قادیانیوں اور یہودیوں کا رشتہ کیا ہے؟ مضبوط رشتہ ہے! اس لیے تل ابیب میں ان کا دفتر ہے، اس میں کئی سو قادیانی رہتے ہیں، ان کے ساتھ یہودی خصوصی سلوک کرتے ہیں اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے باغی ہیں، مسلمانوں کے دشمن ہیں، اس لیے یہودیوں نے ان کو پالا ہوا ہے، یہودیوں کو امریکہ نے پالا ہوا ہے۔

ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جن کے نزدیک جہاد حرام ہے ان کو پاکستان کی فوج میں یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے، جاسوسی کرنے کے لیے، امریکن ایجنٹوں کا کردار ادا کرنے کے لیے رکھا گیا ہے۔ یہ امریکن سی آئی اے کے ایجنٹ ہیں جو جہاد پر یقین نہیں رکھتے۔ انہیں فوج سے نکالا جائے، ہم پاک فوج

سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان یہودی ایجنٹوں سے فوج کو پاک کیا جائے۔ ان کے ناپاک وجود سے فوج کو پاک کیا جائے۔ یہ مجاہدوں کی فوج ہے، یہ گنبد خضرا کے محافظوں کے فوج ہے، یہ ابوبکر صدیقؓ کے غلاموں کی فوج ہے۔

یہ قادیانی اسلام، قرآن، رسول اللہ اور پاکستان کے بھی دشمن ہیں۔ ان کا مقابلہ تمام دینی جماعتوں کے اتحاد ہی سے ہوسکتا ہے ورنہ لادین قوتیں اور لادین عناصر جو ۱۹۷۳ء کے آئین کو سبوتاژ کرنا چاہتی ہیں۔ یہ دستور وہ ہے جس میں ہمیشہ کے لیے قادیانیت کو جہنم میں دفن کر دیا گیا، غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ لادین قوتیں اس دستور کو ختم کرنا چاہتی ہیں، اس دستور میں آئینی ترمیم کے تحفظ کے لیے تمام دینی جماعتوں کا اجلاس بلایا گیا جس کی میزبان جمعیت علماء پاکستان تھی۔ جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی، جمعیت اہلحدیث اور تمام دینی جماعتوں نے شرکت کی۔

ہم نے جنرل پرویز مشرف سے مطالبہ کیا کہ آئین پاکستان جس میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا، قادیانی کہتے ہیں کہ (یہ آئین) ختم ہوگیا ہے، اب ہم مسلمان بن گئے ہیں۔ الحمد للہ انہوں نے اپنا غیر مسلم ہونا تو تسلیم کرلیا۔ ہم نے کہا آئیں توبہ کریں، کلمہ پڑھ لیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار کرلیں۔

(ہم نے) جنرل صاحب سے مطالبہ کیا، دینی شق میں اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہے۔ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں، گستاخِ رسول سزا، حدود آرڈیننس، قراردادِ مقاصد، مسلمان اور کافر کی تعریف سمیت تمام دینی شقیں عبوری آئین میں دوبارہ شامل کی جائیں۔ یہ لوگ، لادینی لوگ کہتے ہیں کہ علماء کرام، مشائخ عظام، کافر کی تعریف نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہی بات ۱۹۷۲ء میں مولانا کوثر نیازی مرحوم نے کہی تھی کہ یہ کافر کی تعریف پر متحد نہیں تو مسلمان کی تعریف کیا کریں گے؟ اور کہا جسٹس منیر کی رپورٹ آپ نے پڑھی ہے؟ اس میں علماء کرام نے مسلمان کی متفقہ تعریف بیان نہیں کی تو یہاں کیسے متفقہ تعریف کریں گے۔

کوثر نیازی نے کہا میں چیلنج کرتا ہوں کہ علماء کرام مسلمان کی تعریف پر متحد نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا

کہ ان شاء اللہ صبح ہم متفقہ تعریف کے ساتھ آپ سے ملاقات کریں گے۔ ہم نے رات کو میٹنگ بلائی جس میں مولانا مفتی محمود، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک سمیت تمام مکاتب فکر کے اراکین اسمبلی کی میٹنگ بلائی اور الحمدللہ ہم نے ایک گھنٹے کے اندر اندر مسلمان کی متفقہ تعریف تیار کر لی اور صبح ہوتے ہی مولانا کوثر نیازی کو پیش کر دی، وہ حیران رہ گئے۔

علماء کرام عقیدہ ختم نبوت، نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ پر، نظامِ اسلام پر متفق ہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۹۷ء میں پوری اسلامی ضابطہ فوجداری، دیوانی ضابطہ تیار کر کے دیا۔ اصل میں ''خوئے بدرا بہانہ بسیار'' والی بات ہے۔ دینی جماعتوں نے متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ عبوری آئین میں اسلامی شقوں کو شامل کرنے کا، مطالبہ کیا تو حکومت نے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا اور ان شاء اللہ العزیز قرارداد، یہ قانون، یہ دستور، یہ منشور، یہ آئین، یہ ضابطے باقی رہیں گے اور پاکستان بھی باقی رہے اور یہ ضابطے بھی باقی رہیں گے، جب تک ختم نبوت کے پروانے، رسول اللہ کے دیوانے زندہ ہیں، اپنی جانوں کے نذرانے دے کر ختم نبوت کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اللہ پاک ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو!

وآخر دعوانا عن الحمد للہ رب العالمین

****

بقیہ: میلاد شریف کی تبسم آرائیاں

ذکر کریں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا ذکر کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و فضائل کا ذکر کریں اور حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمت پر ان گنت احسانات کا ذکر کریں۔

یقین مانیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اُمت پہ اس قدر احسانات ہیں کہ جن کو اتارنے کے لیے امت کی سانسیں قلیل ہیں۔ ساری کی ساری بنی نوع انسانی بلکہ تمام مخلوقات ان احسانات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور رہے گی۔

ختم نبوت اور مولوی جی

سید محمد انور شاہ بخاری قادری

(ریٹائرڈ) لائبریرین گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

اُستاد کامل، مرشد اکمل، قطب عالم، محبوب ربانی حضرت علامہ سیّد محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۹ء تا ۲۰۰۰ء) نے ختم نبوت کی تحریکوں ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصّہ لیا۔

جب ۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے مل کر تحریک ختم نبوت شروع کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو ملت اسلامیہ سے خارج کرنے کی تگ ودو کا آغاز کیا تو اس سلسلے میں فروری ۱۹۵۳ء میں لاہور میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی تا کہ متفقہ طور پر کوئی لائحہ عمل تیار کیا جاسکے۔ اُن دنوں حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر تھے ۱۔ اس کانفرنس سے قبل علماء کرام کی ایک مشاورتی میٹنگ لاہور میں محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر منعقد ہوئی جس میں مزار ہذا کے سجادہ نشین قبلہ مولوی جی کی صدارت میں اس کانفرنس کے انعقاد کی تجویز سامنے آئی مگر قبلہ مولوی جی نے جماعت ناجیہ صالحہ کے مرکزی امیر اور فخر کشمیر حضرت حاجی محمد امین صاحب قادری کا نام صدارت کے لیے پیش فرمایا اور پھر ان کی صدارت میں یہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے متفق ومتحد ہو کر یہ فیصلہ فرمایا کہ قادیانی ملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔ یہاں پر یہ حقیقت مدنظر رہے کہ ردِ قادیانیت کا آغاز بھی محدث کبیر شاہ محمد غوث کے مزار اقدس سے ہی ہوا تھا ماہ اگست سے ستمبر ۱۹۰۴ء تک

۱مظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار (مقالہ برائے ایم فل، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ۲۰۰۳-۲۰۰۵ء) خصوصی نمبر، سہ ماہی انوار رضا جوہر آباد جلد ۳ شمارہ نمبر ۵، علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان ۲۰۰۹ء صفحہ ۵۲

یہاں پر متعدد اجتماعات ہوئے جن کی خبریں لاہور کے اخبارات میں شائع ہوتی رہیں[1]۔

اس زمانے میں قادیانی لابی بہت مضبوط تھی۔ سول اور ملٹری بیوروکریسی کے بڑے بڑے کلیدی عہدے اِن کے پاس تھے اور ربوہ (ضلع چنیوٹ، پنجاب) میں ان کا مرکز قائم تھا۔ یہ بستی اِن کا ہیڈکوارٹر ہی نہیں بلکہ پاکستان میں ایک متوازی حکومت کا مرکز بھی یہیں تھا۔ تمام اہم فیصلے یہاں پر ہی ہوا کرتے تھے۔ اس خطے کی زمین قادیانیوں کو گورنر پنجاب سر فرانسس موڈی نے ایک آنہ (ایک روپیہ میں سولہ آنے ہوا کرتے تھے) گز کے حساب سے الاٹ کی تھی[2]۔ گویا کوڑیوں کے مول دی گئی تھی۔

تقسیم ہند کے بعد قادیانیوں نے یہاں پر رہائش اختیار کی۔ ان کے علاوہ کسی بھی مسلمان کو یہاں رہنے اور گھر بنانے کی اجازت نہ تھی۔ قیام پاکستان کے بعد سر ظفر اللہ قادیانی پہلے وزیر خارجہ بنے جس نے سفارتی ذرائع سے بیرون ملک قادیانی مراکز قائم کئے اور تحریک قادیانیت کو تقویت بہم پہنچائی[3]۔

انہی وجوہات کی بناء پر ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کے لیے جو تحریک چلائی گئی تو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے یہ تین اہم مطالبات حکومت کے سامنے پیش کئے

۱: مرزائیوں (قادیانیوں) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲: سر ظفر اللہ کو وزارت سے برطرف کیا جائے۔

۳: مرزائیوں کو تمام کلیدی مناصب سے الگ کیا جائے۔

مارشل لاء کا نفاذ: پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز دولتانہ اور وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین دونوں مذہبی قسم کے آدمی تھے۔ ابتدا میں اُن کی ہمدردیاں تحریک ختم نبوت کے ساتھ تھیں۔ مجلس عمل کے وفود سے ملاقات کے دوران اُنہوں نے مذکورہ بالا مطالبات پر ہمدردانہ غور کرنے کا وعدہ کیا لیکن اندرون

---

۱ سراج الاخبار لاہور شمارہ ۵ ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۲ اور شمارہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء، صفحہ ۵ بحوالہ عابد حسین شاہ کا عربی میں رد قادیانیت ایک تاریخی جائزہ'' ورلڈ پبلشرز لاہور ۲۰۲۰ء صفحہ ۲۶ اور صفحہ ۴۶۲

۲ مظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، انوار رضا، صفحہ ۹۹

۳ قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا مؤقف، مؤتمر المصنفین، دارالعلوم اکوڑہ خٹک، ۱۹۷۴ء، صفحہ ۱۸۸

ملک مضبوط قادیانی لابی اور خارجی سطح پر عالمی دباؤ کے پیشِ نظر یہ اپنا وعدہ ایفا کرنے کی بجائے تحریک ختم نبوت ہی کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی قیادت گرفتار کر لی گئی اور لاہور شہر و چھاؤنی میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا جہاں تحریک ختم نبوت نہایت زور وشور سے جاری تھی۔ جنرل اعظم خان کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا گیا[1] جس کے حکم سے فوج نے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروانوں پر گولیاں برسائیں، بے شمار نوجوان شہید اور زخمی ہوئے۔

جن اکابر علماء کرام کو گرفتار کیا گیا ان میں مجلس عمل کے صدر علامہ ابوالحسنات سید احمد قادری، جماعت ناجیہ صالحہ کے بانی و مرکزی امیر حضرت حاجی محمد امین حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، حضرت علامہ مولانا خلیل احمد قادری (فرزند ارجمند حضرت علامہ ابوالحسنات صاحب)، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، جماعت اسلامی کے بانی وامیر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اور مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار نیازی بھی شامل تھے۔ آخر الذکر دونوں کو فوجی عدالت نے پھانسی کی سزا سنائی۔[2]

علماء ومشائخ اور عوام سے رابطہ: مجاہد اسلام حضرت حاجی محمد امین صاحب کو نو ماہ کی سزا ہوئی۔ جیل میں قبلہ مولوی جی صاحب اُن سے ملاقاتیں فرماتے رہے اور ہر ممکن طریقے سے اُن کی اور اُن کے اہل خانہ کی مدد فرماتے رہے۔ آپ جب جیل سے رہا ہوئے تو سیدھا آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور تشریف لائے۔ مولوی جی صاحب اور جماعت ناجیہ کے دیگر ساتھیوں نے اُن کا والہانہ استقبال کیا۔ اُنہیں پھولوں کے ہار پہنائے اور آستانہ عالیہ میں ایک میٹنگ منعقد کی گئی جس میں تحریک ختم نبوت کی ناکامی کے اسباب پر غور وخوص کیا گیا اور تحریک کو زندہ رکھنے کے لیے علماء ومشائخ کے ساتھ رابطہ مہم کا آغاز کیا گیا۔ پھر اُنہوں نے مولوی جی صاحب کے ساتھ مل کر پشاور، نوشہرہ، چارسدہ اور مردان کے دورے کا پروگرام ترتیب دیا[3]۔

---

۱ مظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، انوار رضا، صفحہ ۱۱۷-۱۱۸

۲ مظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، انوار رضا، صفحہ ۵۳

۳ سیّد محمد اختر الزمان شاہ چشتی گیلانی

اس دورے میں حاجی محمد امین صاحب اور قبلہ مولوی جی صاحب نے قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں پہنچ کر علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کر کے اُنہیں اس اہم مسئلے سے آگاہ فرمایا اور قادیانیوں کی سازش سے مطلع کیا۔ بعض مقامات پر مساجد میں جلسہ عام کا اہتمام بھی ہوا اور عوام و خواص کو بھی ختم نبوت کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں۔ اِس طرح علماء کرام میں بیداری کی ایک لہر پیدا ہوئی جس نے آگے چل کر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے میں اہم کردار ادا کیا۔[1]

ماہنامہ الحسن ۱۹۵۵: علاوہ ازیں جب مولوی جی صاحب نے ۱۹۵۵ء میں پشاور سے پہلے دینی مجلّہ ''الحسن'' کا اجراء فرمایا تو اس کے صفحات کو بھی ختم نبوت پر ممتاز اہل قلم کی نگارشات سے مزین فرمایا۔ ماہنامہ ''الحسن'' ۱۹۵۵ء کے پہلے شمارہ میں ہی ختم نبوت پر ایک مستقل سلسلہ شروع کیا اور ضلع اٹک سے تعلق رکھنے والے اہلسنت کے ایک جیّد عالم، فاضل حضرت علامہ مولانا مفتی انوار الحق صاحب بی اے (سابق مفتیٔ اعظم ریاست جونا گڑھ) کا مضمون ''خاتم النبیین کی محققانہ توضیح'' شائع کیا اور پھر یہ مضمون ''الحسن'' میں قسط وار شائع ہوتا رہا[2] جسے پاکستان کے دینی و علمی حلقوں میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ پشاور کے معروف قادر الکلام فلسفی شاعر ملک الشعراء ملک ناصر علی خان ناصرؔ (۱۹۰۱ء-۱۹۷۶ء) نے ''حقائق درباب ختم نبوت'' کے عنوان سے فارسی میں ایک معرکۃ الآراء نظم لکھی جسے آنجناب نے ''الحسن'' کے صفحات کی زینت بنایا[3]۔ اسی طرح ''الحسن'' کے اداریوں میں بھی آپ مسئلہ ختم نبوت کا وقتاً فوقتاً ذکر کرتے رہے۔

آگاہی بذریعہ درس و تدریس: مولوی جی صاحب نے درس و تدریس کے ذریعے بھی ختم نبوت کے بارے میں عوام و خواص کو باخبر کرنے کی مہم جاری رکھی۔ آپ کی خانقاہ معلّٰی آستانہ عالیہ قادریہ

---

[1] شفیع صابر، شخصیات سرحد، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور صفحہ ۱۵۹

[2] انوار الحق مفتی، خاتم النبیین کی محققانہ توضیح، الحسن (ماہنامہ) جنوری و فروری ۱۹۵۵، جلد نمبر ا شمارہ نمبر ۱۱ صفحہ ۲۵-۲۹ اور شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۱۴-۱۸

[3] ناصر علی خان ناصرؔ، حقائق درباب ختم نبوت، الحسن (ماہنامہ) مئی ۱۹۵۵ء جلد ا شمارہ ۵ صفحہ ۲۰-۲۱

آقا پیر جان یکہ توت ایک بہترین درسگاہ بھی تھی جہاں آپ نے بعد از نماز مغرب ۱۹۴۱ء سے درس و تدریس کا اہتمام کر رکھا تھا جس میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے پشاور کے شہری شامل ہوا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں دن کے وقت آئمہ مساجد، طلباء و طالبات وغیرہ قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی کتابیں پڑھنے کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے اور صبح سے شام تک درس و تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ چنانچہ موقع محل کی مناسبت سے آپ اپنے تلامذہ کو ختم نبوت کی اہمیت سے بھی آگاہی فراہم کرتے رہتے تھے۔

آئینی حل کی تجویز: چنانچہ درس قرآن حکیم کے دوران جب سورہ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۰ کا ترجمہ وتفسیر شروع ہوئی تو مولوی جی صاحب نے ختم نبوت کے مسئلے پر مفصل روشنی ڈالی۔ اسلامی تاریخ میں جن جن لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اُن سب کا ذکر کیا اور آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کی حقیقت بیان کی۔ اُس کے خلاف علماء و مشائخ نے اہلسنت کی کوششوں کا ذکر کیا۔ اعلیحضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی عالمانہ و عارفانہ مساعی جمیلہ پر بھی روشنی ڈالی اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا بھی ذکر فرمایا۔ ختم نبوت کے موضوع پر یہ درس قرآن تین دن تک جاری رہا۔

مولوی جی صاحب کے بڑے بھائی آغا سیّد نور احمد شاہ یہ درس تین دن تک بڑے غور سے سنتے رہے۔ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ لاء گریجویٹ تھے اور مغربی پاکستان کی اسمبلی میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدے پر فائز تھے۔ ون یونٹ کے خاتمے پر پشاور آگئے۔ اپنی ذہانت، خداداد صلاحیتوں اور تجربے کی بناء پر سرحد کی صوبائی اسمبلی کے تمام اُمور آپ نے ہی سنبھال رکھے تھے۔ مولوی جی صاحب کے درس میں باقاعدگی سے شامل ہوا کرتے اور جو اُردو ترجمہ مولوی جی صاحب بیان فرماتے آپ اُسے انگریزی میں منتقل کرلیا کرتے تھے۔ آپ تیسرے دن یوں گویا ہوئے:

> ''میں نے اس مسئلہ ختم نبوت پر بڑا غور و فکر کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسے اسمبلی کے فلور پر حل کیا جا سکتا ہے۔ اسمبلی ممبران سے ملاقاتیں کر کے اُنہیں ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے اور پھر ایک قرارداد پیش کر کے سب کو اس بحث

میں شامل کیا جائے اگر وہ سب متفقہ طور پر قرارداد کے حق میں رائے دے دیں تو اس طرح یہ آئین پاکستان کا حصہ بن جائے گا لیکن اس کے لیے بڑی محنت اور جدوجہد کرنے کی ضرورت ہوگی۔ مولوی جی صاحب کو بڑے بھائی کی یہ تجویز بے حد پسند آئی اور فرمایا میں جمعیت علماء پاکستان کے اکابرین سے اس سلسلے میں بات کروں گا ان شاء اللہ۔ یہ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء سے کافی عرصہ قبل کی بات ہے[1]۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴: بیس سال گزرنے کے بعد پاکستان میں دوبارہ ختم نبوت کی تحریک کا منظّم انداز سے آغاز ہوا۔ یہ پاکستان پیپلز پارٹی کا دورِ حکومت تھا اور ذوالفقار علی بھٹو ملک کے وزیر اعظم تھے۔ مولوی جی صاحب اُن دنوں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب صدر تھے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام پھر ایک جگہ متحد ہوئے اور حضرت مولانا سیّد محمد یوسف جان بنوری پشاوری (مہتمم جامعہ بنوریہ ٹاؤن کراچی) مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر اور حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی (مہتمم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور) ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور اُن کی قیادت میں مجلس عمل کی شاخیں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر میں قائم کی گئیں۔ اس مقصد کے لیے سرحد کے جملہ مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام کا ایک نمائندہ اجلاس پشاور میں منعقد ہوا جس میں حضرت علامہ مولانا سعید الدین صاحب شیر کوٹی مدظلہ العالی کو مجلسِ عمل کا صوبائی امیر منتخب کیا گیا۔ اِس اجلاس اور اپنے انتخاب کے بارے میں شیر کوٹی صاحب مدظلہ العالی رقم طراز ہیں

> ''مسجد سراجاں چوک یادگار (پشاور) میں ایک کل جماعتی اجلاس طلب کیا گیا۔ رفقاء کی اکثریت متفق تھی کہ علامہ امیر شاہ صاحب قادری کو مجلس عمل کا امیر بنایا جائے مگر مولوی جی صاحب اجلاس میں تشریف نہ لائے، مجبوراً قرعہ فال بنام دیوانہ

[1] حاجی افتخار احمد قادری (المتوفی ۱۰ دسمبر ۲۰۱۷ء) نے یہ تمام تفصیلات راقم الحروف کو بتائیں جب یہ فقیر اُن کی بیمار پُرسی کے لیے حاضر ہوا تو اُن کے ساتھ تقریباً دو گھنٹے کی طویل نشست ہوئی۔ موصوف الائیڈ بینک میں منیجر تھے۔ زرگر برادری سے تعلق رکھتے تھے جو پشت در پشت مولوی جی صاحب کے مریدین چلے آرہے ہیں۔ آپ نے بھی مولوی جی صاحب سے بیعت کر رکھی تھی اور درس قرآن میں بھی شامل ہوا کرتے تھے۔

پڑا۔ اِس انتخاب کے دو گھنٹے بعد آپ (مولوی جی) میرے پاس آموجود ہوئے۔ میں نے شکوہ کیا کہ اجلاس میں کیوں نہ آئے، ہم آپ کو امیر بنانا چاہتے تھے۔ فرمایا اسی لیے تو نہیں آیا۔ اب تم حکم دو میں تحریک کے سپاہی کی طرح تعمیل کروں گا اور مولوی جی نے ایسا ہی کیا"[۱]

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت: مجلس عمل کے مرکزی امیر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نے حضرت علامہ مولانا سعید الدین شیر کوٹی کے ساتھ مشورہ کے بعد مولوی جی صاحب کو مجلس عمل کا نائب امیر مقرر فرمایا لیکن مولوی جی صاحب منصب سے بے نیاز ہو کر ایک مجاہد کی حیثیت سے اپنی مساعی جمیلہ بروئے کار لاتے رہے۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی سیّد نور احمد شاہ گیلانی کی تجویز کو جمعیت علماء پاکستان اور مجلس عمل کے اجلاسوں میں پیش فرمایا جس کو بہت سراہا گیا۔ اس دوران مجلس عمل نے ختم نبوت کے اس دیرینہ مسئلہ کے حل کے لیے مربوط پروگرام ترتیب دیا اور ۱۹۵۳ء میں تحریک کی ناکامی کے اسباب کو مدنظر رکھ کر دو محاذوں پر جدوجہد شروع کی۔ ایک تو قومی اسمبلی میں اس مسئلے کو اُٹھایا اور وہاں اس مسئلے پر بحث ومباحثہ شروع ہوا۔ اکابر علماء کرام نے حضرت علامہ مفتی محمود صاحب اور حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی قیادت میں قومی اسمبلی میں شبانہ وروز محنت کی جبکہ دیگر علماء کرام نے عوامی سطح پر ملک بھر میں جلسوں اور جلوسوں کے ذریعے تحریک ختم نبوت کو منظم کیا اور عوام کے ذریعے حکومت پر دباؤ ڈالا تاکہ وہ غیر ملکی مداخلت پر اس مسئلے کے حل میں رکاوٹ پیدا نہ کرے۔

آگاہی مہم: مولوی جی صاحب اس زمانے میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب صدر تھے اور جامع مسجد مہربانیہ پشاور میں خطیب تھے۔ آپ کا بصیرت افروز خطبہ سننے کے لیے مضافات سے بھی لوگ آتے تھے۔ اِن دنوں آپ کا موضوعِ خطابت یہی مسئلہ ختم نبوت ہوا کرتا تھا بلکہ تمام مساجد میں خطباء حضرات اسی موضوع پر تقاریر کیا کرتے تھے اور مجلس عمل کے زیر اہتمام بڑے بڑے اجتماعات بھی

[۱] شیر کوٹی، سعید الدین، صاحب مقاماتِ آہ وفغاں، پندرہ روزہ الحسن پشاور، مولوی جی نمبر، صفحہ ۶۳

منعقد ہوتے تھے جن میں مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت کی جاتی تھی۔ اس دوران یہ تجویز پیش کی گئی کہ دیہاتی مسلمانوں کو بھی ختم نبوت کے بارے میں آگاہی بہم پہنچائی جائے۔اس پر عمل درآمد کے لیے مجلس عمل نے پروگرام بنایا اور پشاور کے اطراف میں واقع تپہ خالصہ، مومند، خلیل اور داؤدزئی کے دیہات کے لیے علماء کرام کی ٹیمیں تشکیل دی گئیں۔

تپہ خالصہ کے چوراسی دیہات پشاور شہر کے مشرق میں واقع ہیں اور یہاں ہندکو زبان بولی جاتی ہے نیز یہاں پر مولوی جی صاحب کے مریدین اور عقیدتمند بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔لہٰذا ان دیہات میں ختم نبوت کے بارے میں آگاہی کی مہم مولوی جی صاحب کے سپرد کی گئی۔مولوی جی صاحب نے ہر بڑے گاؤں کی ایک مرکزی مسجد میں بعد از نماز عشاء جلسے کا پروگرام بنایا۔آپ تانگے میں اپنے عقیدت مندوں کے ہمراہ متعلقہ گاؤں جاتے اور تقریر کر کے رات کو ہی واپس آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت تشریف لے آتے۔اس سلسلے میں آنجناب مرکزی جامع مسجد غوثیہ وڈ پگہ بھی تشریف لائے تھے۔ اُن دنوں حضرت مولانا گل بادشاہ قریشی صاحب یہاں امام وخطیب ہوا کرتے تھے اور پھر اُنہوں نے بھی آپ کی معیت میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔

تحریک ختم نبوت میں شدّت: بائیس مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء سیاحت کی غرض سے بذریعہ ٹرین پشاور جا رہے تھے۔راستے میں ربوہ ریلوے سٹیشن پر جب انہیں قادیانیت پر مشتمل لٹریچر فراہم کیا گیا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے۔قادیانیوں نے طلباء کی اس جرأت پر سیخ پا ہو کر اُنہیں سبق سکھانے کا منصوبہ بنایا اور ایک ہفتہ بعد ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو جب یہ طلباء واپسی پر ربوہ ریلوے سٹیشن پہنچے تو پانچ ہزار کے قریب مسلح قادیانی غنڈوں نے طلباء پر حملہ کر دیا اور انہیں زدوکوب کرتے ہوئے لہولہان کر دیا۔اِن کا قیمتی سامان وغیرہ چھین لیا اور کپڑے پھاڑ دیئے[1]۔اخبارات کے ذریعے جب اہلِ

[1] مظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، انوار رضا، صفحہ ۹۶

پاکستان کو ان قادیانی مظالم کا علم ہوا تو ملک بھر کے مسلمان سراپا احتجاج بن کر سڑکوں پر نکل آئے اور یہ عوامی سیلاب قادیانی لابی کی مضبوط قوت اور جبر واستبداد کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ ایوانِ حکومت کو بھی ان عوامی جذبات کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا۔

سرحد اسمبلی کا کارنامہ: مجلسِ عمل نے جلسے جلوسوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ آئینی جدوجہد کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی جس کی تجویز مولوی جی صاحب قبل ازیں پیش فرما چکے تھے۔ اس کارِ خیر کا آغاز آزاد کشمیر اسمبلی نے کیا اور ۲۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو قرارداد منظور کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا[1]۔

چنانچہ مجلس عمل نے فیصلہ کیا کہ صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کی صوبائی اسمبلی کے ممبران سے مل کر اُنہیں اس تحریک میں شامل کیا جائے اور ختم نبوت کے بارے میں اُنہیں آگاہ کر کے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ سرحد کی دینی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے پہل کریں اور اپنے عوام کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے متفقہ طور پر ایک قرارداد پاس کریں تا کہ یہ دیگر تینوں صوبوں اور قومی اسمبلی کے لیے ایک مثال بن جائے۔

مجلس عمل نے فیصلہ کیا کہ ہر ممبر صوبائی اسمبلی سے فرداً فرداً ملاقات کر کے اُسے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت بتائی جائے۔ مولوی جی صاحب کے بھائی سیّد نور احمد شاہ نے ان ملاقاتوں میں نہایت اہم کردار ادا کیا جس کے نتیجے میں اراکین اسمبلی صوبہ سرحد نے یہ قرارداد منظور کر کے دنیا بھر کی توجہ حاصل کر لی۔

حضرت علامہ مولانا سعید الدین شیر کوٹی مدظلہ العالی اِس ضمن میں مولوی جی صاحب کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> ''جب سرحد اسمبلی میں ختم نبوت کی تحریک پیش کی گئی اور متفقہ طور پر منظور ہوئی جس سے سرحد کا سر فخر سے بلند ہوا۔ اِس میں بھی مولوی جی سرگرمی سے ارکانِ مجلس عمل

---

[1] اظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، انوار رضا، صفحہ ۹۶

کے ساتھ شریک رہے اور تمام وقت ارکانِ اسمبلی سے رابطوں میں مصروف رہے یا اسمبلی گیلری میں موجود رہے''۔۱

پندرہ روزہ الحسن ۱۹۷۴: مذکورہ بالا اقدامات کے ساتھ ساتھ مولوی جی نے تحفظ ختم نبوت کے لیے قلمی جہاد بھی جاری رکھا اور مارچ ۱۹۷۴ء میں جب دوبارہ ''الحسن'' بطور پندرہ روزہ پشاور سے جاری فرمایا تو اس کے پہلے شمارہ میں حضرت علامہ مفتی انوارالحق صاحب (سابق مفتیٔ اعظم ریاست جونا گڑھ) کے مضمون ''خاتم النبیین کی محققانہ تحقیق'' کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور چار شماروں میں اس کو مکمل طور پر شائع کیا۔ نیز ملک الشعراء ملک ناصر علی خان ناصرؔ کا منظوم فارسی کلام ''حقائق در باب ختم نبوت'' بھی دوبارہ الحسن میں شامل فرمایا۔ آپ نے ''حلیہ مبارک خاتم النبیین'' کے عنوان سے خود بھی مضمون لکھ کر شائع فرمایا کیونکہ ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل وصورت پر بھی بحث ہو رہی تھی لہٰذا آپ نے عامۂ مسلمین کی مضمون ہٰذا کی صورت میں رہنمائی فرمائی تا کہ دُنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور خاتم النبیین ہر قسم کے ظاہری عیوب سے پاک وصاف، مبرا و منزہ پیدا کیے گئے تھے۔

رابطہ عالم اسلامی کا فیصلہ: مکہ مکرمہ میں ۱۸ پریل ۱۹۷۴ء کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دنیا بھر کی ایک سو سے زائد مقتدر اسلامی تنظیموں کا متحدہ اجتماع ہوا جس میں کئی قراردادیں منظور کی گئیں اِن میں ایک قرارداد نمبر ۹ کے ذریعے مرزا کے پیروکاروں کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا گیا جس کا مکمل عربی متن روزنامہ ''الندوہ'' سعودی عرب کے ۱۴ اپریل ۱۹۷۴ء کے اخبار میں شائع ہوا۔ مولوی جی صاحب نے اس قرارداد کو اُردو ترجمہ مئی ۱۹۷۴ء کے شمارے میں شائع کیا نیز صوبہ سرحد کی صوبائی اسمبلی نے جون ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی جو قرارداد متفقہ طور پر منظور کی تھی آپ نے اُسے بھی جون ۱۹۷۴ء کے شمارہ میں شامل فرمایا جبکہ ۱۱ مئی ۱۹۷۴ء کو پشاور کی ایک معزز عدالت نے قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو آپ نے یہ فیصلہ بھی جون ۱۹۷۴ء کے شمارہ میں شامل کر کے محفوظ کیا۔

۱شیر کوٹی، سعید الدین" صاحب مقاماتِ آہ وفغاں" پندرہ روزہ الحسن پشاور" مولوی جی نمبر" صفحہ ۶۴

مشائخ کانفرنس راولپنڈی: ملک بھر میں جلسے، جلوسوں اور کانفرنسوں کا سلسلہ جاری تھا، مختلف شعبۂ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات الگ الگ اجتماعات کر کے اپنے جذبات و تأثرات کا اظہار کررہے تھے تا کہ کاذب قادیانی کی طرف سے پیدا کردہ مسئلہ ختم نبوت کو حل کرنے میں کسی بھی قسم کی کوتاہی نہ رہ جائے۔ اس سلسلے میں ملک بھر کے مشائخ عظام کی ایک عظیم الشان کانفرنس ۱۳ جولائی ۱۹۷۴ء کو راولپنڈی میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین چشتی سیالوی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میں بھی قبلہ مولوی جی مدعو کئے گئے تھے اور آنجناب نے خطاب بھی فرمایا۔ اِس کانفرنس کی روداد صوفی محمد اسلم صاحب نقشبندی (خطیب جامع مسجد لوکوشیڈ پشاور صدر) نے مرتب کی جو ''الحسن'' کے پندرہ جولائی ۱۹۷۴ء کے صفحات میں موجود ہے۔ صوفی صاحب نے مولوی جی صاحب کے پُرجوش اور اثر انگیز خطاب کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

> ''سیاسی خیالات کی ترجمانی کا فریضہ مدیر اعلیٰ ''الحسن'' پشاور سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی کو سونپا گیا۔ رسول مقبول ﷺ کے اس فرزند ارجمند نے عقیدتِ رسالت اور محبتِ نبوت کے وہ پھول برسائے کہ تمام فضا اس کی نکہت سے معطر ہوگئی، اِن کی تقریر سے دلوں میں عقیدت کا سمندر موجزن ہوگیا، نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت اور ختم نبوت کے نعروں سے تقریر (فضا) گونج جاتی تھی''[1]۔

حاجی محمد مرید احمد صاحب چشتی اس کانفرنس کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''مغرب کے بعد کانفرنس کا دوسرا دور شروع ہوا جس میں بڑی مفید تجاویز سامنے آئیں۔ تجاویز پیش کرنے والوں میں اب صرف حضرت پیر سیّد محمد امیر شاہ صاحب پشاور، مولانا شائستہ گل صاحب مردان اور حضرت مولانا سیّد محمود احمد رضوی لاہور کے اسماء گرامی یاد رہ گئے ہیں''[2]۔

---

[1] پندرہ روزہ الحسن، جولائی ۱۹۷۴ء، صفحہ ۴

[2] مرید احمد چشتی، تحریک ختم نبوت اور مشائخ کانفرنس، کاروان قمر (ماہنامہ) ستمبر ۲۰۱۱ء صفحہ ۴۷

ختم نبوت اور قومی اسمبلی: قادیانیوں کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کے لیے جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے علماء کرام سے مل کر قومی اسمبلی کے فلور پر اس مسئلے کو اُٹھایا۔ اس سلسلے میں حزب اختلاف کو ساتھ ملا کر ۲۲ ارکان کے دستخط وحمایت سے علامہ شاہ احمد نورانی صاحب نے قومی اسمبلی میں ۳۰ اپریل ۱۹۷۴ء کو قرار داد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ [۱]

یوں پاکستان کی قومی اسمبلی میں ایک طویل بحث و مباحثہ کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو چار بجے قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ یہ متفقہ طور پر منظور ہونے والی ترمیم آئین پاکستان کا حصہ بنی۔ [۲]

اس عظیم الشان خوشی پر سارے پاکستان میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انہی ایام میں مولوی جی کے بڑے بھائی سیّد نور احمد شاہ (سیکریٹری سرحد اسمبلی) وصال فرما گئے۔ مرحوم نے سرحد اسمبلی کے ممبران سے مولوی جی اور مجلس عمل کے اراکین کی ملاقاتیں کروانے اور صوبائی اسمبلی سے مذکورہ بالا قرارداد کی منظوری میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ان کی جدائی میں مولوی جی صاحب، سارا گھرانہ، حلقۂ عقیدت بلکہ پورا پشاور شہر سوگوار تھا۔ تحریک ختم نبوت کی کامیابی نے اس غم پر سبقت حاصل کر لی اور مولوی جی صاحب نے اہل پشاور کو جشن ختم نبوت شایان شان طریقے سے منانے کی نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ خود بنفس نفیس اپنے تمام خاندان کے ساتھ اس میں بھرپور شمولیت بھی فرمائی۔

حضرت علامہ مولانا سعید الدین شیر کوٹی صاحب نے اس کی منظر کشی اِن الفاظ میں کی ہے:

> ''جب تحریک میں کامیابی ہوئی تو مولوی جی صاحب نے بہت ہی مسرت کے مظاہرے کئے اور آپ کے متوسلین ومعتقدین نے صرافہ بازار، چوک یادگار، پل پختہ اور گھنٹہ گھر پر خوب چراغاں کیا اور خیرات کی دیگیں چڑھیں''۔ [۳]

---

۱ مظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، انوار رضا، صفحہ ۹۶

۲ مظہر حسین، پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار، انوار رضا، صفحہ ۹۶

۳ شیر کوٹی، سعید الدین، ''صاحب مقامات آہ وفغاں''، پندرہ روزہ الحسن پشاور، ''مولوی جی نمبر''، صفحہ ۶۳ - ۶۴

اِس موقع پر مولوی جی صاحب کے عقید تمندوں نے نیاز کا بہت بڑا اہتمام کیا اور سارا دن لوگ آ کر طعام تناول فرماتے رہتے۔ لنگر کھولنے سے قبل مولوی جی صاحب نے جو جامع اور پُراثر دعا فرمائی وہ آج بھی کئی حضرات کے دلوں پر ثبت ہے جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ آپ نے رب العالمین جل جلالہ کی حمد وثناء بیان فرمائی اور حضور رحمت للعالین کی بارگاہِ رسالت میں درود وسلام کے نذرانے پیش کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکریہ ادا کیا جس کے فضل وکرم سے پاکستانی قوم یکجا ہوئی اور اتفاق واتحاد کی بدولت یہ نوے سالہ دیرینہ مسئلہ حل ہوا۔

آپ نے عالم اسلام، پاکستان، حکومت، اراکین صوبائی وقومی اسمبلی، علماء ومشائخ، طلباء، صحافیوں اور ہر طبقہ کے مسلمانوں کے لیے نہایت خلوص ومحبت، للّٰہیت اور عجز وانکساری سے دعائیں فرمائیں اور یہ دعا بھی فرمائی کہ یا اللہ جس طرح تو نے ختم نبوت کی سربلندی کے لیے ہر مکتبۂ فکر کے خواص وعوام کو ایک جگہ جمع فرمایا اِسی طرح اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ہر ہر شان کے سامنے ہم سب کو سر تسلیم خم کرنے کی توفیق عطا فرما اور اختلافات دور فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ شاہدین کا بیان ہے کہ اِس دعا کے دوران حاضرین کے قلوب نرم پڑ گئے، آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ ایک عجیب سا کیف و سرور اور طمانیت چھا گئی۔ ہر شخص اپنے آپ کو بہت ہی ہلکا محسوس کرنے لگا اور لطافت ونزاکت کی فراوانی کے باعث یوں لگ رہا تھا کہ ایک بھاری بوجھ ہماری گردنوں سے اُتر چکا ہے۔

نعتیہ قطعہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن
جہاں تاریک شد از ظلمت ظلم سیہ کاراں
بیاد عالمے را روشن از نور تجلی کن

قادیانیت پر آخری ضرب

قومی اسمبلی کے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخی فیصلے کی مختصر روداد

پروفیسر شاہ فرید الحق

سابق سنیئر نائب صدر جمعیت علماء پاکستان

۲۲ مئی ۱۹۷۳ء کو نوجوانانِ اسلام نے ربوہ سٹیشن پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کے تحفظ کا نعرہ لگا کر جھوٹے مدعی نبوت کی جھوٹی اُمت کے دل پر ایک کچوکا لگایا۔ بھلا کفار کو برداشت کی کہاں طاقت حالانکہ کفار اور منکرین اپنے انجام سے باخبر ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ جب بھی وہ دین اسلام سے نبرد آزما ہوئے منہ کی کھائی۔ یہ بات اور ہے کہ بعض اوقات مسلمانوں کے نقصان کی وجہ سے کبھی کبھی شکست ظاہری فتح معلوم ہوئی۔

ربوہ کے منافقین اور کفار کو یہ بات گراں گزری کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آخری نبی قرار دیا جائے یا ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگائے جائیں۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو جب کہ نوجوانان اسلام سفر سے واپس آ رہے تھے تو ان منافقین اور مرتدین نے سوچی سمجھی سازش کے تحت ان پر حملہ کر کے زدوکوب کیا۔ ان کے لہو بہائے، بعض کو شدید ضربات پہنچائیں اور انہیں کافی دنوں تک ہسپتال میں زیر علاج رہنا پڑا۔ کسی کا منہ توڑا گیا، کسی کی ناک اور ہڈی توڑی گئی۔ غرض یہ کہ بربریت کا سماں تھا، ٹرین باضابطہ روک کر یہ ساری کارروائی نام نہاد بہادر منافقین اور مرتدین نے چند نوجوان مسلمان طلباء کے خلاف کی۔

قدرت کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے، ان نوجوانوں کا خون رنگ لایا۔ ان مرتدین اور منافقین کے خلاف دبا ہوا لاوا پھوٹ پڑا، پورے ملک میں آگ لگ گئی بالخصوص پنجاب سے نوجوان طلباء میدان میں آگئے۔ ربوہ کے گردونواح کی مسلمان بستیاں پہلے بھڑک اٹھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انتقامی کارروائی شروع

ہوگئی۔ پورے علاقے میں خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوگئی۔ رفتہ رفتہ اس آگ نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ آگ معمولی آگ نہیں تھی۔۔۔عشق مصطفیٰ ﷺ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کی آگ تھی، یہ پانی سے نہیں بجھائی جاتی، یہ کچھ اور ہی تلاش کرتی ہے۔

آج بھی اس پاکستان کا سوادِ اعظم مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور ناموس رسالت کے لیے سردھڑ کی بازی لگانے کو تیار ہے۔ باوجود تمام برائیوں اور گناہوں کے مسلمان جس کے دل میں ذرّہ بھر بھی ایمان ہے وہ نبی کریم ﷺ کے خلاف نہ کوئی بات سن سکتا ہے اور نہ برداشت کرسکتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں سے جو منافقت کا لبادہ اوڑھ کر بزعم خود اپنے مسلمان کہیں اور حضور ﷺ کے مقام کو نہ پہچانیں، قرآن کی کھلی آیات اور اس کے کھلے مطالبے کا انکار کرکے پوری امت مسلمہ کو بیوقوف بنائیں، تواتر سے جو عقیدہ مسلمانوں کے درمیان چلا آرہا ہے اس کے خلاف پچھلے نوے سال سے چند مٹھی بھر افراد نبرد آزما ہوں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت کو چیلنج کریں۔

وہ تو شکر کیجیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں ہے ورنہ غلام احمد مرتد تلوار کی زد سے بچ کر نہیں جاسکتا تھا اور مرتدین اس طرح مسلمانوں کے ملک میں دندناتے نہ پھرتے۔ پاکستان کے قیام تک میں ان قادیانیوں نے روڑے اٹکائے یہاں تک کہ ظفر اللہ نے باؤنڈری کمیشن میں بھی پاکستان کے ساتھ دھوکہ کیا اور کسی طرح گورداسپور، قادیان اور کشمیر کو پاکستان سے الگ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کے بعد مسلسل یہ لوگ پاکستان کے خلاف سازش میں مبتلا رہے، بھولے بھالے مسلمانوں کو مرتد بناتے رہے، بیرونی ملکوں میں اپنے اڈے قائم کیے اور پاکستان کے سہارے غلط پروپیگنڈہ کرکے افریقی اور دیگر یورپی ملکوں کے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانستے رہے۔

مرزا بشیر الدین محمود نے تو یہ وصیت کی تھی کہ بھارت کو پھر سے اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کی جائے اور میری سڑی ہوئی لاش کو پاکستان بھارت کے ایک ہونے کے بعد قادیان میں دفن کیا جائے۔ جو کردار مشرقِ وسطیٰ میں یہودی ادا کررہے ہیں، وہی کردار پاکستان میں قادیانی اور یہ لاہوری ادا کررہے ہیں جو بزعم خود احمدی کہلاتے ہیں۔

سواداعظم اہلسنت کے علماء،صوفیاءاور رہنما چونکہ پاکستان بنانے میں قائداعظم محمد علی جناح کے شانہ بشانہ لڑے تھے اس لیے انہیں اس ملک سے قلبی محبت اور لگاؤ تھا اور رہے گا۔انہوں نے صرف مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کے ساتھ دھوکا کیا جائے گا اور بعد میں مفاد پرست حضرات پاکستان کے نظریہ کے خلاف عمل پیرا ہوں گے۔

کافی دنوں تک پاکستان بننے کے سواداعظم اہلسنت حکومتی سیاست سے الگ رہے لیکن دین مصطفیٰ کی اشاعت اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لیے محراب ومنبر سے اپنی آواز بلند کرتے رہے۔کسے نہیں معلوم کہ پاکستان بننے کے بعد سب سے پہلے علماءِ اہلسنت کے افراد نے جن میں مولانا عبدالحامد بدایونی،مولانا سید ابوالحسنات قادری،مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی، صدر جمیعت علماءِ پاکستان) اور مولانا سید سعید احمد کاظمی اور مولانا عبدالستار خان نیازی وغیرہ نے قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف آواز اٹھائی اور حکمرانوں پر یہ واضح کیا کہ ان کی تبلیغ کو روکا جائے، انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

نبی کریم ﷺ کے مقام کے تحفظ کو سواداعظم اہلسنت اپنے ایمان کا جزو تصور کرتے ہیں اور ذکر رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا معمول بنائے ہوئے ہیں۔اٹھتے بیٹھے ان کا مشغلہ درود و فاتحہ، میلاد اور منقبت رسول ہے۔انہیں اعمال کی وجہ سے انہیں مخالفین کے طعنے بھی سننے پڑتے ہیں۔ان پر مختلف قسم کے فتوؤں کی بوچھاڑ ہوتی ہے لیکن یہ ان تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو کر حضور ﷺ کے ذکر کو اپنے ایمان کی کسوٹی تصور کرتے ہیں۔سوادِاعظم اہلسنت کے علماء اور عوام قرآن کی اس آیت کا ورد ہر فاتحہ درود تلاوت اور ذکر میں کرتے ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے (سلسلے کو) ختم کرنے والے ہیں۔

ایسے لوگ بھلا کب اور کیسے مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کو تسلیم کر سکتے ہیں یا اس کے خلاف معرکہ آرائی میں پیچھے رہ سکتے ہیں۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی علماء اور عوام اہلسنت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں بالخصوص جسٹس منیر کی رپورٹ اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔ لاتعداد علماء اہلسنت جیلوں میں گئے، سینکڑوں افراد نے جامِ شہادت نوش کیا، مولانا عبدالستار نیازی اور مولانا خلیل احمد قادری کو مارشل لاء کورٹ سے سزائے موت دی گئی۔ ان تمام حالات کے باوجود ان رہبرانِ ملت کے پاؤں میں لغزش نہ آئی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک اس کے بعض نام نہاد شرکاء اور تنظیم کی خرابی کی وجہ سے ناکام ضرور ہوئی لیکن یہ بھی ایسا بیج بوگئی تھی جس کا پھل کبھی نہ کبھی آنا ضرور تھا۔ خدا کا شکر ہے اس بیج کی آبیاری نوجوان طلبہ نے شروع کی۔ اس میں علماء اور عوام شامل ہو گئے اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس کا پھل نہ صرف اسلامیان پاکستان کو بلکہ پوری ملت اسلامیہ کو ملا۔ یہ کیوں اور کیسے ملا، کھیت کی کس کس نے آبیاری کی، کون اس کے شکریہ کے حقدار ہیں؟ یہ ایک لمبی کہانی ہے جو قومی اسمبلی کا پورا ریکارڈ مل جانے پر ان شاء اللہ پیش کی جائے گی۔

یہاں مختصراً اس ضمن میں جو کارروائی علماء اہلسنت اور دیگر افراد کی طرف سے کی گئی اور حکومت کا رویہ کیسا رہا اس کی روداد اپنی معلومات کی بناء پر جو میں نے اراکین قومی اسمبلی بالخصوص مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری سے حاصل کی ہیں، پیش کرتا ہوں۔ تحریک کی کامیابی کے آخری دنوں یعنی ۴ ستمبر ۱۹۷۴ء سے ۸ ستمبر ۱۹۷۴ء تک میں بھی اسلام آباد میں مقیم تھا اس لیے آخری وقت کی کارروائیوں سے کچھ نہ کچھ میں نے ذاتی طور پر واقفیت حاصل کی ہے۔

قوم کے نام ۱۳ جون ۱۹۷۴ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ایک لمبی تقریر نشر کی۔ میں اس تقریر پر فی الوقت تبصرہ نہیں کرنا چاہتا۔ عوام کو معلوم ہے کہ بھٹو صاحب کیسی تقریر کرتے تھے اور کیا کیا الفاظ استعمال کرتے تھے۔ بہر حال انہیں موقع کی سنگینی اور نزاکت کا احساس ہوا، پنجاب آگ میں جلنے لگا، چاروں صوبوں میں تحریک زور پکڑتی گئی، گرفتاریاں اور مار دھاڑ شروع ہوگئی، پولیس اور سیکورٹی فورس

حرکت میں آگئی، ملک کی پوری انتظامیہ لاء اینڈ آرڈر کے بہانے عوام کے ساتھ سختیوں اور تشدد پر اُتر آئی۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے بھٹو صاحب نے یہ وعدہ فرمایا کہ اسے جمہوری طریقہ سے طے کیا جائے اس لیے یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں ۳۰ جون کو پیش کر دیا جائے گا۔ وہ جو فیصلہ کرے گی وہ مجھے بھی اور پوری قوم کو قابل قبول ہوگا۔

پاکستان کے تمام مسلمان یہ جانتے ہیں کہ قادیانی مرتد اور کافر ہیں۔ نئے فتوے کی ضرورت نہیں علماء کرام اپنی حجتیں تمام کر چکے ہیں۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ انہیں بحیثیت مسلمان کے پاکستان میں تبلیغ کرتے رہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ہاں غیر مسلم کی حیثیت سے ان کی جان و مال کا تحفظ کیا جاسکتا ہے لیکن منافق کی حیثیت سے رہنے کا اختیار نہیں دیا جاسکتا۔ چونکہ پاکستان میں عظیم اکثریت مسلمانوں کی ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کو آخری نبی تصور کرتے ہیں اور ان کے بعد کسی قسم کی نبوت یا وحی کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے کفر اور ارتداد تصور کرتے ہیں اس لیے اس عقیدے کے خلاف جو لوگ بھی ہیں وہ بھی کافر مرتد ہیں، وہ اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

چونکہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے اس لیے اسلام کے بنیادی عقیدہ کے خلاف کسی منافق کو تبلیغ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ لازمی طور پر قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم آئینی حیثیت دی جائے تاکہ پاکستان سازش سے بچ سکے اور مسلمان اپنے دین و ایمان کا تحفظ کرسکیں۔

وزیر اعظم نے جمہوریت کے سہارے اس بنیادی مسئلہ کے لیے بھی مہلت چاہی حالانکہ جمہوری اداروں کے ذریعے اسلامی مملکت میں بنیادی عقائد طے نہیں کیے جاتے۔ اسلام میں جمہوریت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قائم کردہ حدود کے اندر ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جو چیز اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کی ہے وہ اکثریت سے حلال ہوجائے اور حلال حرام ہوجائے۔ اسی طرح اللہ جل مجدہ کی واحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی آخری نبوت اور رسالت، قرآن کی آخری وحی الٰہی ہونے کے متعلق فیصلہ یا قیامت کے قائم ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ۔

اس قسم کی بنیادی باتیں مغربی طرز کی اکثریتی جمہوریت کے طور پر طے نہیں ہوتیں۔ بہر حال

حکومت نے وقت لیا، ادھر تحریک پھر زور وشور سے چلنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت پر ایمان رکھنے والے مختلف الخیال لوگ ایک جگہ اکٹھا ہو گئے۔ ان میں اہلسنت کے علاوہ دیو بندی، وہابی، اہلحدیث اور شیعہ حضرات بھی شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ سیاسی جماعتوں کے افراد مثلاً نیشنل عوامی پارٹی، مسلم لیگ، خاکسار، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت العلماء اسلام (مفتی گروپ)، جماعت اسلامی وغیرہ نے بھی متحد ہو کر کام شروع کیا اور اس طرح ایک مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ مرکزی مجلس عمل کے صدر دیو بندی مکتبہ فکر کے مولانا بنوری منتخب ہوئے اور اس کے جنرل سیکرٹری سواد اعظم اہلسنت کے مشہور عالم مولانا سید محمود احمد رضوی خلف الرشید حضرت مولانا سید ابوالبرکات مدظلہ العالی (حزب الاحناف لاہور) منتخب ہوئے۔ مجلس عمل میں مختلف جماعتوں کو نمائندگی دی گئی۔ عملی طور پر اس مجلس میں جن لوگوں نے حصہ نہیں لیا وہ یہ ہیں:

غلام غوث ہزاروی گروپ جو مفتی محمود سے الگ ہو کر حکومت کی کاسہ لیسی کرنے میں علماء کا وقار سمجھتا ہے۔ مولوی احتشام الحق تھانوی اور ان کی مختصر سی جماعت نیز تحریک استقلال بحیثیت جماعت مجلس عمل میں شریک نہیں ہوئی البتہ انفرادی طور پر تحریک استقلال کے ایک رہنما صاحبزادہ احمد رضا قصوری (ایم این اے) مجلس عمل کے رہنماؤں کے ساتھ تحریک کی حمایت کرتے رہے اور قومی اسمبلی میں ختم نبوت کا نعرہ بلند کیا اور قادیانیوں کے خلاف تقریریں کیں۔

اس کے علاوہ کچھ خالص سرکاری کاسہ لیس مولوی مثلاً جمعیت علماء اسلام (حقیقی)، نام نہاد جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ بزعم خود صاحبزادہ سید فیض الحسن آلومہار شریف والے ہیں۔ نیز چند مشہور اور معروف خوشامدی مولوی ان تمام کا ذکر فضول ہے۔ یہ لوگ حکومت کے اشارے کے منتظر رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ جانے انہیں کتنا لگاؤ ہے اور موجودہ حکومت کے افراد بالخصوص میں بھٹو صاحب سے یہ لوگ کتنا قریب ہیں اس کا فیصلہ عوام خود کر سکتے ہیں۔ کبھی کبھی ان لوگوں نے بھی قادیانیوں کے خلاف گول مول بیانات دیئے لیکن کھل کر کبھی سامنے نہ آئے۔

مرکزی مجلس عمل نے اپنا کام تیزی سے شروع کیا بالخصوص پنجاب میں بڑا زور شور ہوا، مسجدوں،

محرابوں اور منبروں سے حضور ﷺ کے مناقب بیان ہونا شروع ہوئے، ان کے مقام کی فضیلت بیان کی گئی، جلوس نکالے گئے، مجلس عمل نے چند صاف اور واضح مطالبات رکھے، وہ یہ ہیں:

ا: قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲: ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

۳: قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

ویسے تمام جماعتوں کے لوگوں نے جو اس تحریک میں ساتھ تھے اپنا اپنا کردار ادا کیا لیکن سوادِ اعظم اہلسنت نے جتنا اس کا حق تھا وہ حق ادا کیا۔ علماء اور خطباء پورے ملک میں اپنی تقریر وتحریر کے ذریعے مسئلہ کی اہمیت کو واضح کرنے لگے۔ سندھ میں مجلس عمل کا صدر جناب صوفی محمد ایاز خان صاحب نیازی صدر جمعیت علماء پاکستان (کراچی ڈویژن) کو بنایا گیا جنہوں نے اس صوبہ کے تمام اضلاع میں مجلس عمل کی بنیاد ڈالی، دورے کئے اور مسئلہ سے عوام کو روشناس کرایا اور حکومت پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس مسئلہ کو التوا میں نہ ڈالے۔

پنجاب میں مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور مولانا عبد المصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر صاحب اور مفتی ظفر علی نعمانی (سینیٹر) دو محاذوں پر لڑ رہے تھے۔ پورے صوبے کا دورہ بھی کر رہے تھے اور اسمبلی کی کارروائیوں میں برابر کے شریک رہے۔ ان حضرات کے ساتھ بطل حریت جانباز ختم نبوت مولانا عبد الستار نیازی جنہیں ۱۹۵۳ء کی تحریک میں پھانسی کی سزا دی گئی تھی بھی شامل ہوئے۔ پنجاب میں ان علماء اور انجمن طلباء اسلام کے سپوتوں نے حضور ﷺ کے عشق ومحبت کا اپنی بساط سے زیادہ حق ادا کیا مثلاً انجمن طلباء اسلام پنجاب کے صدر اقبال اظہری، محمد خان لغاری سیکرٹری نشر و اشاعت، قاری عطا اللہ نائب ناظم، رانا لیاقت ناظم لاہور، ارتضیٰ اشرفی ناظم اوکاڑہ، عبد الرحمن مجاہد، سندھ کے حافظ محمد تقی افضال قریشی، محمد حنیف طیب۔

علماء میں مجاہد اہلسنت صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی اسیر ہوئے اور ضمانت پر رہائی سے انکار کر دیا، سخت اذیتوں میں مبتلا کئے گئے۔ جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے صدر مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا محمد

بشیر چشتی خطیب پنڈی گھیب کو بھی اسیری کا شرف حاصل ہوا۔

ان مشاہیر کے علاوہ سینکڑوں خطباء اور ائمہ قید و بند میں ڈالے گئے۔ باوجود حکومت کے تشدد اور پابندی کے ان علماء نے آواز حق کو بلند کیا، لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگ گئی، مسجدوں میں جلسے سے روک دیا گیا، پورے ملک میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہو گیا۔

اس طرح ذکر مصطفیٰ ﷺ کو پوری شدت سے روکا گیا، لاٹھی چارج ہوا، آنسو گیس چھوڑی گئی، گولیاں چلیں، پنجاب کے بعض علاقوں میں خود ایس پی اور ڈی ایس پی نے گولیاں چلائیں، چالیس کے قریب افراد نے راہِ حق میں جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ تمام کام باہر ہو رہے تھے اور اندر حکومت مشورے کر رہی تھی، تین روز کے کام میں یہ مسلسل تین مہینہ کا عرصہ لگایا گیا۔

اس اثناء میں بھٹو صاحب نے بلوچستان کا دورہ کیا، وہاں کے غیور بلوچ اور پٹھانوں نے قادیانیوں کے متعلق اپنے ردِعمل کا اظہار کیا تو بھٹو صاحب نے فوری طور پر ایک تاریخ مقرر کر دی۔ وہ غالباً اگست ۱۹۷۴ء کے آخر کی کوئی تاریخ مقرر کی گئی۔ علماء، طلباء اور عوام نے جو عظیم جدو جہد کی اس کے نتیجہ میں اراکین قومی اسمبلی بھٹو صاحب سمیت اس مسئلہ کو عامتہ المسلمین کی خواہشات کے مطابق حل کرنے کو تیار ہو گئے۔

اسمبلی کی کاروائی: مسئلہ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو دو قراردادوں کی شکل میں اسمبلی میں پیش ہوا۔ ایک قرارداد عبد الحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو نبی کریم ﷺ کی خاتمیت پر یقین نہیں رکھتا اور ان کے بعد کسی دوسرے کو نبی یا مصلح تصور کرتا ہے، اس کی حیثیت کا تعین کیا جائے۔ دوسری قرارداد مولانا شاہ احمد نورانی (ممبر قومی اسمبلی و پارلیمانی لیڈر جمیعت علماء پاکستان، جنرل سیکرٹری متحدہ حزب اختلاف قومی اسمبلی وصدر جمیعت علماء پاکستان اور صدر ورلڈ اسلامک مشن) نے حزب اختلاف کے بائیس افراد کے دستخط سے جو بعد میں ۳۷ ہوئی، پیش کی۔ اس قرارداد پر نیشنل عوامی پارٹی کے افراد نے بھی دستخط کئے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولوی عبد الحکیم (دیوبندی مکتبہ فکر) نے حزبِ اختلاف

کی اس قرارداد پر دستخط نہیں کیئے۔

قرارداد کا متن: ہر گاہ کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ نیز ہر گاہ کہ نبی ہونے کے اس جھوٹے اعلان میں بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کوششیں، اسلام کے بڑے بڑے احکامات کے خلاف غداری تھی۔

نیز ہر گاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔ پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی صورت میں بھی گردانتے ہوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہر گاہ کہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہر گاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو کہ مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی، متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانی اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو کہ ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعوی کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کاروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تا کہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لیے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترامیم کی جائیں۔

قرارداد پر مندرجہ ذیل افراد نے دستخط کیے

۱: مولانا شاہ احمد نورانی
۲: مولانا مفتی محمود
۳: مولانا سید محمد علی رضوی
۴: چودھری ظہور الٰہی
۵: مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری
۶: پروفیسر غفور احمد
۷: مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)
۸: سردار شیر باز خان مزاری
۹: مولانا ظفر احمد انصاری
۱۰: صاحبزادہ احمد رضا قصوری
۱۱: مولانا صدر الشہید
۱۲: جناب عمر خان
۱۳: سردار شوکت حیات خان
۱۴: راؤ خورشید علی خان
۱۵: عبدالحمید جتوئی
۱۶: محمود اعظم فاروقی
۱۷: مولوی نعمت اللہ
۱۸: سردار مولا بخش سومرو
۱۹: حاجی علی احمد تالپور
۲۰: رئیس عطا محمد مری
۲۱: مخدوم نور محمد ہاشمی صاحب
۲۲: غلام فاروق

بعد میں قرارداد پر درج ذیل مزید افراد نے دستخط کئے

۲۳: نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی
۲۴: جناب کریم بخش اعوان
۲۵: مہر غلام حیدر بھروانہ
۲۶: صاحبزادہ صفی اللہ
۲۷: ملک جہانگیر خان
۲۸: اکبر خان مہمند
۲۹: حاجی صالح خان
۳۰: خواجہ جمال محمد کوریجہ
۳۱: جناب غلام حسن خان دھاندلہ
۳۲: صاحبزادہ محمد نذیر سلطان
۳۳: میاں محمد ابراہیم برق
۳۴: صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری
۳۵: عبدالسبحان خان
۳۶: میجر جنرل جمالدار
۳۷: جناب عبدالمالک خان

قرارداد اسمبلی میں غور کے لئے پیش ہونے کے بعد پوری اسمبلی کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا

گیا۔ نیز چند لیڈروں پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی بنائی گئی جس میں مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، مفتی محمود وغیرہ شامل تھے۔ حکومت کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ نیز مولانا کوثر نیازی شامل کیے گئے تھے۔ تیس جون ۱۹۷۴ء کے بعد کمیٹی کے مسلسل اجلاس شروع ہوئے اور قراردادوں پر غور کرنے کے لیے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔ اسی اثناء میں قادیانی ربوہ گروپ اور لاہوری گروپ کے سربراہوں کا ایک خط کمیٹی میں پیش کیا گیا جس میں مرزا ناصر احمد ربوہ گروپ نے اور لاہوری گروپ کے سربراہ صدر الدین نے اپنی صفائی پیش کرنے اور عقائد کی وضاحت کے لیے حاضری کی اجازت مانگی۔ کمیٹی نے خوشی سے اجازت دے دی۔

مرزا ناصر احمد ایک محضر نامہ کے ساتھ جو ۱۸۰ صفحات پر مشتمل تھا، حاضر ہوا۔ خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ دیکھیے جس وقت مرزا نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا اسمبلی کے اس بند ائیر کنڈیشنڈ کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا سیدھا محضر نامہ پر گرا جس پر وہ چونک پڑا اور انگریزی میں کہا ''آئی ایم ڈسٹرب''۔ سارے اراکین اسمبلی یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی چیز اوپر سے اس طرح سے گرے۔

بہر حال محضر نامہ پڑھا گیا اس پر کمیٹی کے علماء اور دیگر افراد نے سوال نامہ مرتب کیا اور نیز علماء اہلسنت کی طرف سے محضر نامہ کا جواب دیا گیا۔ مولوی غلام غوث ہزاروی نے بھی محضر نامہ کا اپنی طرف سے الگ جواب دیا۔ سوالوں کی تعداد طویل تھی، تقریباً پچھتر سوالات صرف علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر صاحب کی طرف سے پیش کیے گئے۔ اس کے علاوہ اور سوالات بھی دیگر اراکین کی طرف سے پیش ہوئے اور کل تقریباً ایک سوستر سوال کیے گئے۔

سوالات لکھ کر اسمبلی کے سیکرٹری کو دیئے گئے اور ان سوالات کو پوچھنے کی ذمہ داری اٹارنی جنرل پاکستان جناب یحییٰ بختیار کے سپرد کی گئی۔ مسلسل گیارہ روز تک مرزا ناصر سے جرح ہوتی رہی اور سوال اور جوابی سوال کیا جاتا رہا۔ مرزا کو صفائی پیش کرتے کرتے پسینہ چھوٹ جاتا اور آخر تنگ ہو کر کہہ دیتا کہ بس اب تھک گیا ہوں۔ ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں پچاس سے زائد گلاس پانی کے مرزا ناصر روزانہ پیتا تھا۔

اسے یہ گمان نہیں تھا کہ اس طرح عدالتی کٹہرے میں بٹھا کر جرح کی جائے گی۔ سوالات اور جرح کی کارروائی چونکہ ابھی پوشیدہ رکھی گئی ہے اس لیے اس کی تفصیلات بیان نہیں کی جاسکتی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اپنا عقیدہ خود اراکین اسمبلی کے سامنے بیان کر گیا اور اس بات کا اعلان کر گیا مرزا حضور ﷺ کے بعد مسیح موعود اور امتی نبی ہے۔ جن اراکین قومی اسمبلی کو قادیانیوں کے متعلق حقائق نہیں معلوم تھے انہیں بھی معلوم ہو گئے اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ دراصل یہ لوگ کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جس طرح ان قادیانیوں نے قرآن اور حدیث کی توضیح اور من مانی تشریح کی ہے اس طرح مرزا ناصر، مرزا غلام احمد کے اقوال اور تحریرات کی توجیع بیان کر رہا تھا۔ بہرحال اللہ کا شکر ہے کے وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہوسکا بلکہ اور زیادہ ذلیل ورسوا ہوا۔ نئی تہذیب اور تعلیم کے لوگ جو مذہبی مسائل کو دقیانوسی شمار کرتے ہیں اور اس مسئلہ کو خالص فرقہ وارانہ شیعہ، سنی یا وہابی کا مسئلہ سمجھتے تھے وہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے کہ یہ لوگ ایک الگ مذہب کا پرچار کررہے ہیں اور یہ اسلام کے خلاف ایک زبردست سازش ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمد علی رضوی اور اس ضعیفی اور علالت میں مولانا ذاکر صاحب نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ مولانا نورانی نے اس تین ماہ کے دوران تقریباً پنجاب کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا، رات رات بھر دورے کرتے رہے، تقریریں کیں، مسلمانان اہلسنت کو حقائق سے روشناس کرایا اور پھر اسمبلی کی کمیٹی اور رہبر کمیٹی میں فرائض سرانجام دیئے۔ سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا، ان کے محضر نامہ کے جواب کی تیاری کی۔ علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد علی رضوی اور مولانا ذاکر نے سوالات اور جوابی سوالات تیار کیئے، مسلسل مہینوں اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد میں مقیم رہے۔

حکومت اور بالخصوص جناب ذوالفقار علی بھٹو کے رویہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس پوری تحریک کے دوران ان کی جماعت کے لوگوں نے کھل کر عوام کے سامنے نہ کوئی تقریر کی اور نہ عوام کے

اس مطالبہ کی حمایت کی۔ ہاں کمیٹی اور رہبر کمیٹی کو طول دینے کا فریضہ ضرور انجام دیا۔ پورے ملک میں زور شور سے تحریک چل رہی تھی اور حکومت طاقت استعمال کر رہی تھی۔ جگہ جگہ ظلم وتشدد کی پرانی داستان دہرائی گئی، بے گناہ لوگوں پر گولیاں برسائی گئیں، جلسہ جلوس پر پابندی عائد کردی گئی حتیٰ کہ مسجدوں میں بھی لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔

پنجاب تو پنجاب سندھ میں بھی یہی رویہ اختیار کیا گیا۔ میں خود سندھ میں متعدد شہروں اور قصبات میں گیا، جلسوں سے خطاب کیا، بعض جگہوں پر لاؤڈ سپیکرز بردستی استعمال کیا لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ٹنڈو آدم کی مسجد میں ''مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' صوبہ سندھ کا ایک جلسہ تھا جس میں مجھے اور مولانا محمد حسن حقانی (ایم پی اے کراچی) کو خطاب کرنا تھا۔ رات کو جب ہم لوگ بذریعہ کار ٹنڈو آدم پہنچے تو معلوم ہوا کہ فلاں مسجد میں ہے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ بغیر لاؤڈ سپیکر جلسہ ہو رہا ہے۔ پورے شہر میں مسجدوں میں لوگ ڈر کے مارے جلسہ کرانے سے گھبرا رہے تھے، دہشت گردی کی اس سے بڑی مثال اور کیا مل سکتی ہے۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں گرفتار ہوئے، اسلام آباد میں میری موجودگی میں گورنمنٹ ہاسٹل کے سامنے ایک جلوس پر آنسو گیس کے شیل پھینکے گئے، لاٹھی چارج ہوا یہاں تک کہ ہاسٹل کے اندر جہاں اراکین قومی اسمبلی ٹھہرے ہوئے تھے شیل پھینکے گئے۔ یہ واقعہ ہونے سے ہم ہاسٹل سے باہر نہ نکل سکے اس لیے کہ شیل کے دھوئیں کی وجہ سے آنکھیں کھولنی مشکل ہوگئی تھیں۔

اوکاڑہ، ساہیوال، جہلم، گجرات، سرگودھا، لائل پور میں جو کچھ ہوا وہ حکومت کے کارناموں کا بدترین ریکارڈ ہے۔ سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آخر ختم نبوت کے عقیدہ کی تبلیغ سے کیا نقصان پہنچ رہا تھا۔ ادھر تو تحریر وتقریر پر پابندی عائد کی گئی، اخباروں پر سنسر لگا دیا گیا اُدھر قادیانیوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ جو چاہیں اپنے اخباروں اور رسالوں میں لکھ دیں جس طرح چاہیں سائیکلو سٹائل مضامین خطوط کے ذریعے عام مسلمانوں کو بھیجیں اور گمراہ کریں۔ سوادِ اعظم کوئی اشتہار کتابچہ چھاپے تو اس پر پابندی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وابستگی کا مظاہرہ: اس تحریک کی ساری کامیابی کا اعزاز صرف اور

صرف عامۃ المسلمین بالخصوص سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے عقیدہ رکھنے والوں کو جاتا ہے جنہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ قابل مبارک باد ہیں ۱۹۵۳ء کے شہداء اور اسیران، قابل مبارکباد ہیں علماء و طلباء، قابل مبارکباد ہیں وہ شہدا جن کا خون اس تحریک میں بہا، قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور پھر وہ لوگ جو قومی اسمبلی کے اراکین ہیں بالخصوص وہ علماء جنہوں نے اس میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا اور اپنا دن رات ایک کر دیا۔

حکومت کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ مسئلہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے مجبوراً گھٹنے ٹیک دے۔ بالخصوص پنجاب کے عوام نے بھٹو صاحب کے ہوش اُڑا دیئے اور جہاں تک معلوم ہوا ہے یہ بھی ہوا کہ پولیس نے اس مسئلہ کی مدد سے معذوری ظاہر کر دی۔ بھٹو صاحب خود کہاں تک اس مسئلہ سے دلچسپی رکھتے تھے اس کا اندازہ ان کی تقریروں سے اور بالخصوص آخری تقریر سے جو اس مسئلہ پر انہوں نے اسمبلی میں کی، ہوتا ہے۔ آخری تقریر میں انہوں نے اس میں شک نہیں کہ اسے مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ قرار دیا، پرانا مسئلہ بتایا لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کے تحفظ کا مسئلہ ہے، ناموسِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مسئلہ ہے، مسلمانوں کے ایمان اور عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ ادھر وہ یہ مسئلہ حل کر رہے ہیں دوسری طرف سیکولرازم اور سوشلزم کا نام بھی لے رہے ہیں۔ معلوم نہیں بیک وقت بھٹو صاحب کس کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں؟ سوشلزم سوشلزم زبان پر اب بھی جاری ہے لیکن اتنی بھی ہمت نہ ہو سکی کہ اس لفظ کو آئین میں جگہ دلا سکیں۔ برخلاف اس کے مولانا شاہ احمد نورانی اور دیگر علماء کی جدوجہد سے اسلام کو سرکاری مذہب ماننا پڑا، مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرنا پڑی اور اب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا پڑا۔

بھٹو صاحب آخر وقت تک راضی نہیں ہو رہے تھے۔ کبھی اعتراض یہ تھا کہ لفظ قادیانی احمدی نہیں آنا چاہیے، کبھی غلام احمد کے نام پر اعتراض۔ غرضیکہ ۵ ستمبر ۱۹۷۴ء سے رہبر کمیٹی کے افراد مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد صاحب، مفتی محمود صاحب، عبدالحفیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی اور الٰہی بخش سومرو صاحب، جناب غلام فاروق صاحب اور چودھری ظہور الٰہی صاحب کی میٹنگ بھٹو صاحب کے یہاں

شروع ہوئی۔ پانچ ستمبر کو دو میٹنگ ہوئیں، مسئلہ طے نہیں ہوا، چھ ستمبر کو دو میٹنگ ہوئیں۔ اُدھر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا راولپنڈی میں مسلسل اجلاس ہو رہا تھا۔ سارے لوگ فیصلے کے منتظر تھے، پوری قوم لڑنے مرنے کو تیار تھی، پورے ملک کے کونے کونے میں فوج تعینات کر دی گئی۔ آخر کار ۶ ستمبر کا دن گزر کر شب میں تقریباً ۱۲ بجے بھٹو صاحب کی سرکاری قیام گاہ راولپنڈی میں یہ مسئلہ طے ہوا اور سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو چار بجے قومی اسمبلی کے اجلاس میں آئین میں فوری ترمیم منظور کی گئی اور اس روز سات بجے شب سینٹ نے اس کی توثیق کر دی۔

بھٹو صاحب نے کیسے مانا، کیا باتیں ہوئیں؟ یہ ان شاء اللہ بعد میں کسی وقت تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔ جب اسمبلی کی تمام کارروائی کو بھی شائع کرنے کی اجازت ممکن ہو جائے، ابھی تمام باتیں صیغہ راز میں رکھی گئی ہیں۔ اب میں آخر میں ان ترامیم کی طرف آتا ہوں جو آئین میں کی گئی ہیں۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے قراردادوں پر غور کرنے نیز پوری کارروائی مکمل کرنے کے بعد اسمبلی کو متفقہ طور پر درج ذیل رپورٹ پیش کی

(الف) پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترامیم کی جائیں:

(اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ منکرین ختم نبوت کی تعریف درج کی جائے۔

مذکورہ بالا سفارشات کیلیے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ کی تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متفقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۲ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتخب قانون اور ضابطے کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں کی جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

اس رپورٹ کے بعد قومی اسمبلی میں سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو چار بجکر تیس مندرجہ ذیل مسودہ قانون پیش کیا گیا اور متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

ا: مختصر عنوان اور آغاز نفاذ۔

ا: یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

۲: یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲: آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم واسلامی جمہوریہ پاکستان کی دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ ''اشخاص'' کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں۔

آئین کی اس دفعہ میں دراصل غیر مسلم اقلیتوں کو صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی مختص کرنے کا ذکر ہے۔اس میں عیسائی، پارسائی، ہندو، بدھ اور اچھوت کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے لیے مختلف صوبوں میں نشستیں مختص کی گئی ہیں۔اچھوتوں سے پہلے قادیانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی یعنی (جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو آخری نبی ہیں) کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔

بیان اغراض و وجوہ: جیسا کہ کل ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تا کہ وہ ہر شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی نبوت کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اصغر نثار قریشی

نہ عرش تک ہے نہ محدود لا مکاں تک ہے
خدا ہی جانے تیرا مرتبہ کہاں تک ہے

تجلیات کا محور جہاں جہاں تک ہے
تری نظر کا تصرف وہاں وہاں تک ہے

جھکی نہیں ہے کہیں اور تیرے در کے سوا
جبیں کا رشتہ تیرے سنگ آستاں تک ہے

یہ تیرے حسن تبسم کا سب کرشمہ ہے
بہار پھیلی ہوئی گلشن جہاں تک ہے

میری دعائیں، سلام و نیاز سب مقبول
ابھی تو اسم محمد میری زباں تک ہے

نہ منزلوں کی خبر ہے نہ راستہ معلوم
قدم کا سلسلہ بس میر کارواں تک ہے

نثار شاد ہوں میں اپنی خوش نصیبی پر
میری رسائی تو سرکارِ دو جہاں تک ہے

تحفظ ختم نبوت اور علامہ اقبال

سید مسعود الزمان قادری گیلانی

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایک عاشق رسول اور عشق رسول کا یہ تقاضا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تمام صفات، مقامات اور درجات کو تسلیم کیا جائے جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیان کئے گئے ہیں۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفاتِ عظیمہ میں سے ایک عظیم صفت ختم نبوت بھی ہے۔

علامہ اقبال بحیثیت ایک عاشق رسول کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر اوصافِ جلیلہ کے ساتھ ساتھ اس صفت ختم نبوت پر بھی کامل ایمان رکھتے تھے۔ اور آپ کی زندگی میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ نے اس فتنہ قادیانیت کا بھرپور تعاقب کیا اور نظم ونثر کے ذریعے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی فرمائی۔ اس ضمن میں اگر اقبال کی مساعی جمیلہ کو یکجا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ زیر نظر سطور میں ان میں سے بطور نمونہ کچھ اردو اشعار اور فارسی کلام اور اس کی تشریح پیش کی جا رہی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کا پیدا کردہ ایک بہت بڑا فتنہ تھا۔ چونکہ انگریز اور دنیا بھر کے تمام غیر مسلم مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے ہر دور میں خوف زدہ رہے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے زرخرید ایجنٹوں کے ذریعے ملت اسلامیہ میں انتشار پیدا کیا اور مرزا قادیانی نے ایک جانب نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنے کی ناپاک جسارت کی تو دوسری طرف مسلمانوں کے جذبہ جہاد پر ضرب لگائی۔ چنانچہ اس بدبخت نے جہاد کو حرام قرار دیا اور اپنے اس فتویٰ کو منظوم اردو میں یوں بیان کیا

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال | دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے | دین کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسمان سے نورِ خدا کا نزول ہے | اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد | منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

مرزا کے دعویٰ نبوت اور اس فتویٰ کا وسیع طور پر پروپیگنڈہ کیا گیا جس کی وجہ سے سادہ لوح مسلمان اس کے فریب کاری اور چالبازی کا شکار ہونے لگے۔ اس دور کے علماء و مشائخ نے تقریر وتحریر کے ذریعے مسلمانوں کو فتنہ قادیانیت سے آگاہی کے لیے کمر ہمت باندھی۔ ان کے شانہ بشانہ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی مرزا کی تعلیمات کی تردید کے لیے بھرپور قلمی جہاد کرتے رہے۔ خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ مرزا کی گرفت میں آ رہا تھا، اقبال کے کلام نے ان کو گمراہی سے بچانے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔

چنانچہ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ''ضربِ کلیم'' میں جہاد کو حرام قرار دینے پر مرزا کی گرفت یوں فرمائی

ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر

یعنی ہم اس کلیسا نواز اور بیت اللہ کے دشمن شیخ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اسلامی جہاد کے خلاف تو فتویٰ صادر کر دیا ہے لیکن یورپ کی طرف سے آنکھیں بند لیں۔ اگر اہل مشرق یعنی مسلمانوں کے لیے جنگ شر ہے تو مغرب یعنی عیسائیوں کے لیے بھی تو شر ہے۔ اسی زمانے میں جنگ عظیم اوّل شروع ہو چکی تھی اور عیسائی برطانیہ کی قیادت میں دنیا بھر کے کمزوروں کے وسائل پر قبضہ کر رہے تھے اور ان کی خون ریزی میں مشغول تھے۔

پھر اقبال رحمۃ اللہ علیہ مرزا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اگر تو سچا داعی ہوتا اور سچائی کے لیے آواز بلند کرتا تو پہلے یورپ کے ان مظالم کے خلاف صدائے حق بلند کرتا لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا ثابت

ہوا کہ تم عیسائیوں کے دوست ہو اور مسلمانوں کے دشمن ہو جو ان کے جذبہ جہاد کو ختم کر دینا چاہتے ہو۔

دوسرے مقام پر حکیم الامت نے مرزا کو مخاطب کر کے فرمایا

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش

جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

یعنی وہ نبوت جس کی تعلیمات میں اسلام کی سربلندی اور ملت اسلامیہ کی شان وشوکت کا پیغام نہ ہو تو وہ مسلمانوں کے لیے بھنگ کی پتیوں کی مانند ہے جس کا نشہ انسان کو نیند کی وادی میں لے جاتا ہے، اس کے اعضاء کو مضمحل کر دیتا ہے، اسے غافل بنا دیتا ہے۔

یوں مرزا نے جہاد کو حرام قرار دے کر مسلمانوں کو بھنگ پینے والوں کی طرح بے بسی لاچاری، غلامی اور غفلت کا درس دیا حالانکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے پیروکاروں کو بیداری، حمیت، غیرت، آزادی اور شجاعت و بہادری سکھائی جنہوں نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر مختصر سی مدت میں دنیا کی اس وقت کی دو عظیم سلطنتوں فارس و روم کو فتح کر ڈالا۔

مرزا نے جب دعویٰ نبوت کے لیے اپنے الہامات کو بنیاد بنایا تو اقبال نے اسے یوں جواب دیا

ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت

وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

یعنی ملت اسلامیہ کا اتحاد و اتفاق چودہ صدیوں سے برقرار چلا آ رہا ہے تو اس میں عقائد خصوصاً عقیدہ ختم نبوت بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ تمہارے اس الہام یعنی دعویٰ نبوت نے ملت اسلامیہ کی وحدت کو منتشر کر دیا ہے لہٰذا یہ الہام بے دینی اور کفر ہے یعنی مرزا کے الہام کو حکیم الامت نے بے دینی اور کفر قرار دیا۔۔۔فافہم۔

ملت اسلامیہ کی وحدت اور اس وحدت کو برقرار رکھنے میں رسالت کی اہمیت نیز تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے اقبال کا چشم کشا کلام بزبان فارسی ''رموز بیخودی'' میں موجود ہے۔ یہ کلام اور اس کا اردو ترجمہ و تشریح نذر قارئین کی جاتی ہے

حق تعالیٰ پیکر ما آفرید | وز رسالت در تن ما جان دمید
حرف بے صوت اندرین عالم بدیم | از رسالت مصرع موزوں شدیم
از رسالت در جہاں تکوین ما | از رسالت دین ما آئین ما
از رسالت صد ہزار ما یک است | جزو ما از جزو ما لاینفک است

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہماری ملت اسلامیہ کا وجود بنایا اور اس جسم میں رسالت کے ذریعے روح پھونکی اور اسے زندہ و پائندہ کر دیا۔ ہماری مثال قبل ازیں ایسے حروف کی مانند تھی جن کی کوئی آواز نہیں ہوتی لیکن رسالت کی برکت سے ان بے معنی و بے آواز حروف کو الفاظ کی صورت میں جوڑ کر شعر کا ایک موزوں مصرع بنا دیا۔ اس دنیا میں ہمارا یہ ملی وقومی وجود رسالت ہی کے صدقے سے ہے۔ ہمارا دین اور ہماری شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت ہی کے فیوض و برکات ہیں اور رسالت ہی کے طفیل ہماری افرادی کثرت جوار بوں میں ہے ایک اسلامی وحدت بن چکی ہے۔ ہمارا ہر جزو یعنی ہر فرد ہر مسلمان دوسرے اجزاء یعنی مسلمانوں سے اس طرح پیوستہ، یکجان اور جڑا ہوا ہے کہ انہیں ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔
آگے فرماتے ہیں

آن کہ شان اوست یہدی من یرید | از رسالت حلقہ گرد ما کشید
حلقہ ملت محیط افزاستے | مرکز او وادی بطحاستے
ما ز حکم نسبت او ملتیم | اہل عالم را پیام رحمتیم
از میانِ بحر او خیزیم ما | مثل موج از ہم نمی ریزیم ما

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اس میں سورہ حج کی آیہ ۱۶ کی طرف تلمیح پائی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یعنی ملت اسلامیہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت کے لیے منتخب فرما کر اس کے گرد رسالت کا حصار کھینچ دیا۔ لہٰذا جو اس حصار کی حدود کو توڑے گا اس کا ملت اسلامیہ سے کوئی تعلق اور رشتہ باقی نہیں رہے گا۔ چونکہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے اس حصار کی حدود کو توڑ دیا ہے اس لیے وہ اس حصار سے باہر نکل گیا ہے، وہ اور اس کے ماننے والے مسلمان ہرگز نہیں کافر ہیں۔ اللہ کے

فضل وکرم سے اس ملت اسلامیہ کا حلقہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتا چلا جار ہا ہے اور اس کا مرکز وادی بطحا یعنی مکہ مکرمہ (بیت اللہ شریف) ہے، قادیان ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے پیارے محبوب ﷺ کی نسبت سے ایک ملت بنا دیا اور حضور رحمت للعالمین ﷺ کے پیام رحمت ومحبت کو دنیا والوں تک پہنچانے کے لیے ہمارا انتخاب فرمایا اور ہم اس رحمت عالم ﷺ کے بحر کرم سے لہروں کی طرح بلند ہوتے ہیں لیکن سمندر کی موجوں کی طرح الگ الگ ہو کر نابود نہیں ہوتے بلکہ رحمت للعالمین ﷺ کا حصار ہمیں آپس میں پیوستہ اور جوڑے رکھتا ہے۔یعنی قادیانی فتنے کا مصنوعی مدوجزر جو انگریزوں کا رہین منت ہے ملت اسلامیہ محمدیہ ﷺ کو اپنے مرکز ومحور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے جدا نہیں کرسکتا بلکہ وہ خود اس مرکز انوار وتجلیات سے جدا ہو گیا ہے۔ جب اس نے جہاد کا انکار کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اسلام کے پانچویں رکن حج سے بھی محروم کر دیا۔ وہ اپنی زندگی میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل نہ کرسکا اور اس کے پیروکاروں کو بھی اس عظیم الشان عبادت بارگاہ الٰہی اور بارگاہ رسالت میں حاضری سے محروم کر دیا گیا۔

چنانچہ مکہ مکرمہ میں آٹھ اپریل ۱۹۷۴ء کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام دنیا بھر کی سو سے زائد اسلامی تنظیموں کا اجتماع ہوا جس میں قادیانیوں کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیا گیا جبکہ امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم پاک یعنی مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی فصیل کے ذریعے محفوظ پناہ گاہ عطا فرما رکھی ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اُمتش در حرزِ دیوارِ حرم	نعرہ زن مانند شیراں در اجم
معنی حرفم کنی تحقیق اگر	بنگری با دیدہ صدیق اگر
قوت قلب و جگر گردد نبی	از خدا محبوب تر گردد نبی

یعنی اس حرم پاک کی پناہ گاہ میں امت محمدیہ ﷺ اس طرح نعرہ زن ہے جس طرح شیر جنگل میں دھاڑتا ہے تو جنگلی جانوروں پر دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ اس شعر میں قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر کی تلمیح لائی گئی ہے جس میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

أحلَّ أمّتَه فى حرز ملَّتِه
كاللّيث حلّ مع الأشبال فى أجمِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے دین کے قلعہ میں محفوظ فرما رکھا ہے جس طرح شیر جنگل میں اپنے بچوں کو محفوظ پناہ گا میں رکھتا ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''لا الہ الا اللہ'' میرا قلعہ ہے جو اس قلعے میں داخل ہو گیا وہ محفوظ و مامون ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی شان میں سورہ احزاب آیت نمبر چھ میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں۔ تو اس لحاظ سے حضور علیہ السلام امت کے پدرِ مہربان کی مانند ہیں۔ گویا اس کریم آقا علیہ السلام نے اپنی امت کو دین کے مضبوط قلعہ میں محفوظ فرما رکھا ہے۔ جب تک کوئی اس قلعہ سے باہر نہ نکلے تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ مرزا قادیانی چونکہ اس دین کے قلعہ سے خود ہی باہر نکل چکا ہے لہٰذا وہ دنیا و آخر میں نقصان اور خسارے میں ہے۔

اگلے شعر میں اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بند کے پہلے شعر میں جو کچھ کہا ہے اگر اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو اس کی تہہ تک پہنچنے کے لیے تمہیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والی نورانی بینائی کی ضرورت ہے جس سے تم پر یہ حقائق روشن ہو جائیں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تمہارے قلب و جگر میں قوت بن کر جاری و ساری ہو جائے گی اور پھر تمہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ سے بھی زیادہ محبوب ہو جائیں گے۔

اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے؟ تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبت ہے۔ پھر اس نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا ہم حرم پاک یعنی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، یہاں بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت پڑے ہوئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو خدا کہا جاتا تھا مگر ایک خدا وحدہ لاشریک کی پہچان تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کروائی۔ اس لیے ان سے زیادہ محبت ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری رہنمائی نہ فرماتے تو ہم اپنے اس حقیقی الٰہ

العالمین سے بے خبر تھے، اس کی معرفت ہمیں نبی اکرم ﷺ کی بدولت حاصل ہوئی

قلب مومن را کتابش قوت است	حکمتش حبل الورید ملت است
دامنش از دست دادن مُردن است	چوں گل از بادِ خزاں افسردن است
زندگی قوم از دمِ او یافت است	ایں سحر از آفتابش تافت است
فرد از حق ملت از وے زندہ است	از شعاع مہر او تابندہ است

یعنی پیارے محبوب ﷺ پر جو کتاب یعنی قرآن مجید نازل ہوا وہ مومن کے دل کے لیے حیات اور قوت واطمینان کا باعث ہے اور احادیث نبویہ ﷺ ملت اسلامیہ کی حیات کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ دونوں عظیم الشان نعمتیں رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں ہمیں حاصل ہوئیں اور انہی پر ہماری انفرادی واجتماعی زندگی کا انحصار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن رحمت سے الگ ہو جانا تو مر جانا ہے، یہ تو زندگی نہیں موت ہے، ختم ہو جانا ہے جیسے کہ پھول خزاں میں مرجھا کر ختم ہو جاتا ہے۔ ملت اسلامیہ کی زندگی پیارے محبوب ﷺ کے دم اقدس سے ہے اور اس کی صبح نور اسی آفتاب رسالت کی روشنی سے منور ہے۔ افراد کی زندگی وموت حکم الٰہی کے ماتحت ہوتی ہے لیکن ملت اسلامیہ کی زندگی کا دارومدار تو پیارے محبوب ﷺ کی ذاتِ اقدس پر ہے اور یہ تو اسی مہر انور سے آب وتاب حاصل کرتی رہتی ہے۔

از رسالت ہم نوا گشتیم ما	ہم نفس ہم مدعا گشتیم ما
کثرت ہم مدعا وحدت شود	پختہ چوں وحدت شود ملت شود
زندہ ہر کثرت زِ بند وحدت است	وحدت مسلم ز دین فطرت است

یعنی پیارے محبوب ﷺ پر ایمان نے ہمیں ہم نوا اور ہم آہنگ کر دیا۔ کالے گورے اور عرب وعجم کے امتیاز کو مٹا دیا اور ہمیں آپس میں ایک دوسرے کا بھائی، رفیق، ہمدرد اور ساتھی بنا دیا۔ اس طرح رسالت ہی کی برکت سے ہمارے مقصد حیات میں بھی یکجائی ویکسانیت اور ہم آہنگی پیدا ہو گئی ہے۔ جب لوگوں کی کثیر تعداد ایک ہی نصب العین پر متفق ہو جاتی ہے تو ان کی کثرت وحدت بن جاتی ہے اور اس وحدت

میں جب پختگی، پائیداری اور استحکام پیدا ہو جاتا ہے تو وہ ملت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس طرح ہر کثرت نصب العین کی وحدت میں ڈھل کر زندہ و پائندہ ہو جاتی ہے اور امت مسلم کی وحدت دین فطرت پر مبنی ہے اور اسلام ہی دین فطرت ہے

دین فطرت از نبی آموختیم | در رہ حق مشعلے افروختیم
این گہر از بحر بے پایان اوست | ما کہ یکجانیم ز احسان اوست
تا نہ این وحدت ز دست ما رود | ہستی ما با ابد ہمدم شود

یعنی یہ دین فطرت یعنی دین اسلام ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا اور نورِ ایمان کی ایک روشن مشعل ہمارے ہاتھ میں دے کر اللہ کی راہ میں کھڑا کر دیا تاکہ اس کی روشنی میں سفر حیات طے کرتے ہوئے منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کریں۔ ہمارے اس اسلامی قافلے کا یکجا ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کا احسان ہے اور ہماری وحدت کا راز دار یہ بیش قیمت موتی ہمیں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بحر بے پایاں سے ملا ہے۔ جب تک وحدت کا یہ موتی یعنی رشتہ ہمارے ہاتھ سے نہیں چھوٹے گا تو اس وقت تک یعنی جب تک دنیا باقی رہے گی تو ملت اسلامیہ بھی موجود رہے گی۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد | بر رسول ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را | او رُسل را ختم و ما اقوام را
خدمت ساقی گری با ما گذاشت | داد ما را آخری جامے کہ داشت

یعنی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یعنی ملت اسلامیہ پر شریعت کو ختم کر دیا اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی کسی بھی قسم کا رسول یا نبی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔ اب تا قیامت اس جہان کی دینی و روحانی رونق ہمارے دم سے ہی رہے گی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی و رسول ہیں اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری امت ہے اور ساقی گری کا منصب اللہ تعالیٰ نے ہمیں یعنی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد فرما دیا ہے اور آخری جام ہمیں عطا فرما دیا ہے۔ اب مخلوق کو خالق حقیقی سے ملانے اس کی محبت و اطاعت سے سرشار کرنے اور اس کے احکامات ہر خاص و عام تک پہنچانے کا

فریضہ قیامت تک امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی انجام دے گی۔

لا نبی بعدی ز احسان خداست | پردہ ناموس دین مصطفیٰ است
قوم را سرمایہ قوت ازو | حفظ سر وحدت ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعوی شکست | تا ابد اسلام را شیرازہ بست
دل ز غیر اللہ مسلمان بر کند | نعرہ لا قوم بعدی می زند

یعنی اس بند کے پہلے شعر میں اقبال حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلمیح لائے ہیں۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے'' اس کا ذکر کرتے ہوئے اقبال نے فرمایا کہ یہ حدیث شریف ملت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔یہ ارشاد ناموس دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پردہ ہے، تحفظ ہے۔اس سے مسلم قوم کو طاقت ملتی ہے اور ملت اسلامیہ کی وحدت کے راز کی حفاظت کا ذریعہ بھی یہی ہے۔اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے جھوٹے دعوے کرنے والوں کے نقش کو مٹادیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسلام کی شیرازہ بندی فرمادی۔اسی عقیدہ ختم نبوت کی بدولت مسلمانوں کے دل میں باطل دعوے کرنے والوں کی محبت جگہ نہیں پکڑتی اور نہ ہی مسلمان جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والوں سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا چاہتے ہیں اور لا نبی بعدی پر ایمان کامل کے باعث مسلمان ''لاقوم بعدی'' کا نعرہ بلند کرتے ہیں کہ جس طرح ہمارے نبی آخری نبی ہیں اسی طرح ہم ہی آخری امت ہیں ہمارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔

لہٰذا مرزا قادیانی کا دعوی نبوت کرنا صریح جھوٹ ہے۔وہ بہت بڑا کاذب ہے ملت اسلامیہ سے خارج ہے اور جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں وہ بھی جھوٹے ہیں کاذب ہیں اور کافر ہیں۔

حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کے علاوہ نثر میں بھی قادیانی فتنے کی سرکوبی کے لیے متعدد اقدامات فرمائے اور ختم نبوت کی تائید وتصدیق میں وقتاً فوقتاً بیانات بھی جاری فرمائے۔ چنانچہ ۱۹۱۶ء میں جب قادیانیوں کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کا منکر کافر ہے تو آپ نے فوراً یہ بیان دیا کہ ''جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کا قائل ہو چکا ہے جس کا انکار ملتزم کفر ہو، وہ اسلام سے خارج ہے۔'' (گفتار اقبال مرتب محمد رفیق صفحہ ۲۲)۔

علامہ اقبال کے انگریزی خطبات پر مشتمل کتاب ''تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ'' کا اردو ترجمہ سید نذیر نیازی نے کیا ہے۔ یہ کام انہوں نے اقبال ہی کی خواہش پر کیا تھا۔ اس کے پانچویں خطبے کا عنوان ہے ''اسلامی ثقافت کی روح''۔ اس میں آپ نے عقیدہ ختم نبوت کو فلسفہ اور عقلی دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔ علاوہ ازیں اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون ''قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان'' ۱۹۳۱ء کے اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ جس میں آپ نے فتنہ قادیانیت کی بھرپور تردید کی ہے۔ اس مضمون کا خلاصہ ان کی سوانح حیات ''زندہ رود'' میں ڈاکٹر جاوید اقبال نے شامل کیا ہے۔ اس میں بھی ختم نبوت کے عقیدے پر آپ نے روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں حکومت کو یہ تجویز پیش کی کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دیں۔ (زندہ رود صفحہ ۶۱۰)

اسی طرح ایک دوسرے بیان میں بھی آپ نے حکومت سے ان الفاظ میں مطالبہ کیا کہ

> ''میری رائے میں حکومت کے لیے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کر لے۔ یہ قادیانیوں کی اپنی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتا ہے'' (حرف اقبال صفحہ ۱۰۹)

اس وقت کی حکومت نے تو یہ مطالبہ پورا نہیں کیا لیکن نصف صدی کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی میں ۱۹۷۴ء میں حضرت علامہ شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے قرارداد پیش کی جس پر تفصیلی بحث ہوئی۔ مرزائی جماعت کے نمائندوں نے بھی اپنا موقف پیش کیا اور بالآخر پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر سات ستمبر ۱۹۷۴ء کو یہ فیصلہ کیا کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں اور اسے آئین پاکستان کا حصہ بنا دیا۔

لیکن گذشتہ پچاس سالہ تاریخ گواہ ہے کہ قادیانی اس فیصلے کو تسلیم نہیں کرتے اور حسب معمول اپنی مذموم سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی یہ آئین شکنی حکومت پاکستان، عدلیہ، پارلیمنٹ اور ساری امت اسلامیہ پاکستان کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

صدق اللہ العظیم

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن
اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔ (الاحزاب: ۴۰)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں (اللہ تعالیٰ) کا آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

برائے رابطہ

شاہ محمد غوث اکیڈیمی

کوچہ آقا پیر جان، یکہ توت، پشاور شہر

0332-5553125 www.alameer.org info@alameer.org facebook.com/Alameer.org